جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، ادبی، تعلیمی اور تربیتی مجلّہ

لِّیُخۡرِجَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوۡرِ

القران الحکیم ۶۵:۱۲

النور

ظہور ۱۳۸۳ ہش
اگست ۲۰۰۵ء
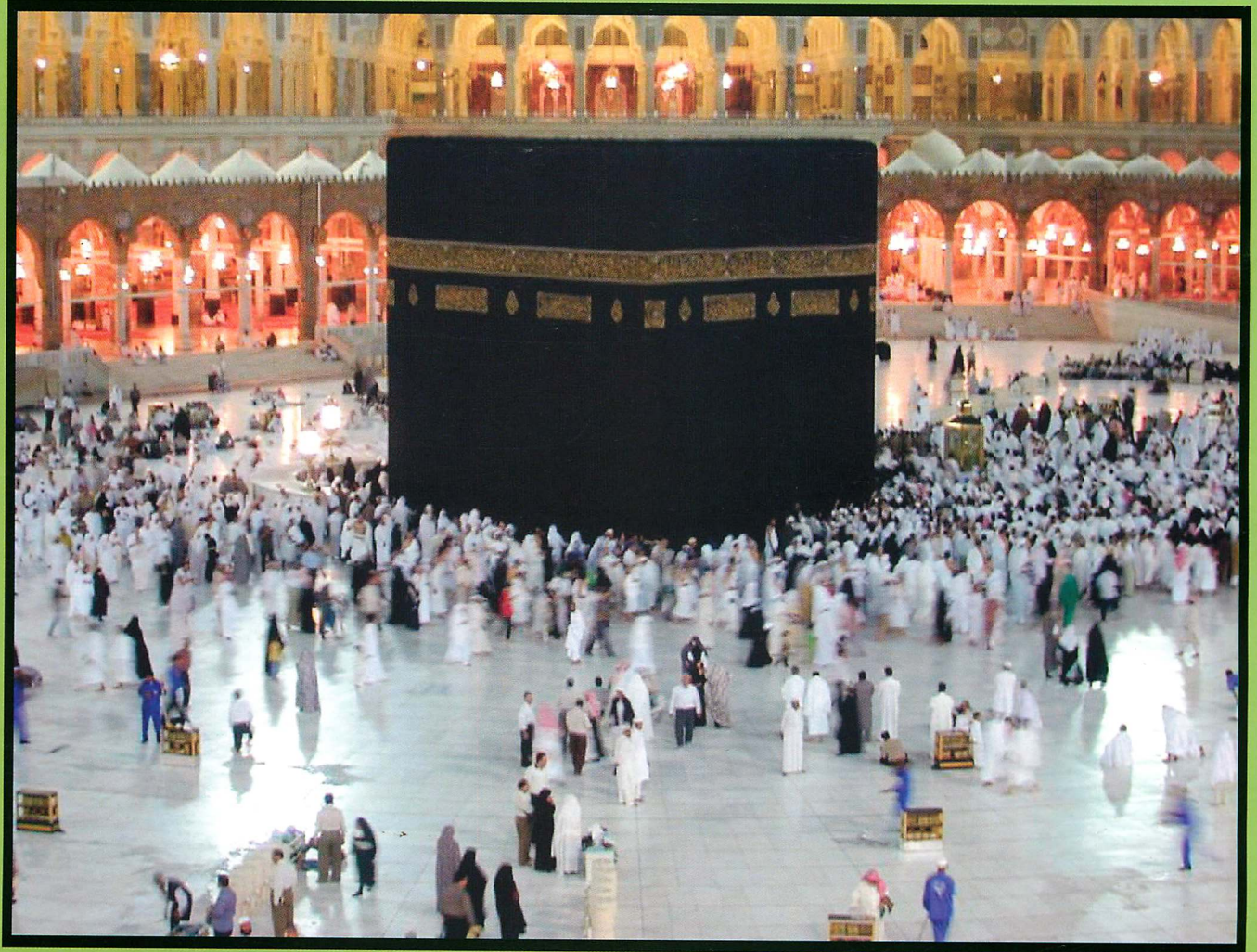
خانہ کعبہ کا ایک منظر
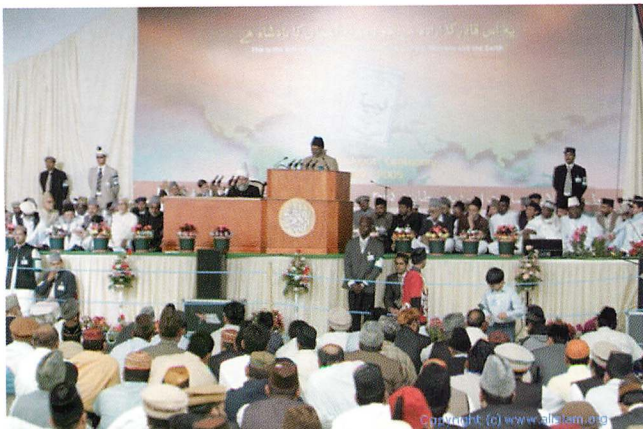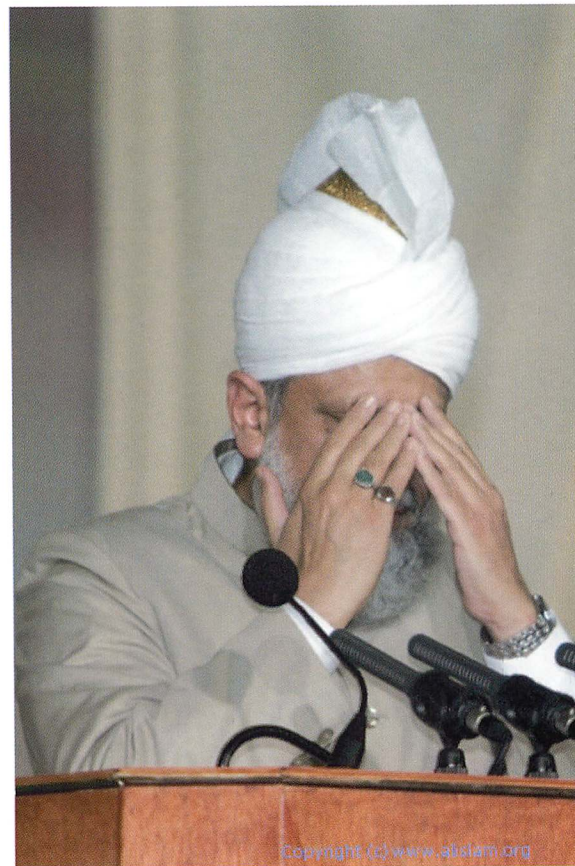
Scenes from UK Jalsa Salana-2005

لِيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ

(القرآن 12:65)

النور

اگست 2005

جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، تعلیمی، تربیّتی اور ادبی مجلّہ

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ

(القلم:5)

اور یقیناً تو بہت بڑے خُلق پر فائز ہے

لکھنے کا پتہ :

Editors Ahmadiyya Gazette
15000 Good Hope Road
Silver Spring, MD 20905
karimzirvi@yahoo.com

فہرس

قرآنِ کریم

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰهُ وَیَغْفِرْلَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ○

(آل عمران:32)

تُو کہہ دے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔ اور اللہ بہت بخشنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیْقًا ○

(النّسآء:70)

اور جو بھی اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کرے تو یہی لوگ ہیں جو اُن لوگوں کیساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا ہے (یعنی) نبیوں میں سے صدیقوں میں سے، شہیدوں میں سے اور صالحین میں سے۔ اور یہ بہت ہی اچھے ساتھی ہیں۔

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِکَ وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ وَیُزَکِّیْهِمْ ؕ اِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ○

(البقرة:130)

اور اے ہمارے ربّ! تُو اُن میں سے انہی میں سے ایک عظیم رسول مبعوث کر جو ان پر تیری آیات کی تلاوت کرے اور انہیں کتاب کی تعلیم دے اور (اس کی) حکمت بھی سکھائے اور اُن کا تزکیہ کر دے۔

حدیث

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ حَزْمٍ ﷺ قَالَ مَا رَاَیْتُ اَحَدًا اَکْثَرَ تَبَسُّمًا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔

(ترمذی ابواب المناف باب ما جاء فی بشاشة النبی صلی اللّٰه علیه وسلم)

حضرت عبداللہ بن حارثؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ مسکراتے ہوئے کسی اور شخص کو نہیں دیکھا۔(یعنی ہروقت آپؐ کے چہرہ مبارک پر تبسم کھلا رہتا۔)

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ ﷺ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فُضِّلْتُ عَلَی الْاَنْبِیَآءِ بِسِتٍّ اُعْطِیْتُ جَوَامِعَ الْکَلِمِ وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَاُحِلَّتْ لِیَ الْغَنَائِمُ وَجُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُوْرًا وَاُرْسِلْتُ اِلَی الْخَلْقِ کَافَّةً وَّخُتِمَ بِیَ النَّبِیُّوْنَ۔

(مسلم کتاب المساجد صفحه 1-194/1)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔دوسرے انبیاء پر مجھے چھ باتوں میں فضیلت حاصل ہے۔حقائق و معارف کے جامع کلمات مجھے دیئے گئے ہیں۔رعب سے میری مدد کی گئی۔میرے لئے غنیمتیں حلال کی گئیں۔میرے لئے ساری زمین پاک وصاف مسجد اور جائے عبادت قرار دی گئی۔اور مجھے ساری مخلوقات کی طرف بھیجا گیا اور مجھے نبیوں کا خاتم بنایا گیا۔

عَنْ جَابِرٍ ﷺ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: مَثَلِیْ وَمَثَلُکُمْ کَمَثَلِ رَجُلٍ اَوْقَدَ نَارًا، فَجَعَلَ الْجَنَادِبُ وَالْفَرَاشُ یَقَعْنَ فِیْهَا وَهُوَ یَذُبُّهُنَّ عَنْهَا وَاَنَا اٰخِذٌ بِحُجَزِکُمْ عَنِ النَّارِ وَاَنْتُمْ تَفَلَّتُوْنَ مِنْ یَدِیْ۔

(مسلم کتاب الفضائل باب شفقته صلی اللّٰه علیه وسلم علی امته)

حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا میری اور تمہاری مثال اس آدمی کی سی ہے جس نے آگ جلائی تو بھنورے اور پروانے اس میں گرنے لگے وہ آدمی ان پروانوں کو آگ سے ہٹانے لگ گیا تا کہ وہ آگ میں جل نہ مریں۔ایسا ہی دوزخ کی آگ سے بچانے کے لئے میں تم کو پیچھے سے پکڑتا ہوں اور تم میرے ہاتھوں سے نکل نکل جاتے ہو۔

ارشادات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

پس وہ موسیٰؑ بھی ہے اور عیسیٰؑ بھی اور آدمؑ بھی اور ابراہیمؑ بھی اور یوسفؑ بھی اور یعقوبؑ بھی

”ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کے نام اپنے اندر جمع رکھتے ہیں کیونکہ وہ وجود پاک جامع کمالات متفرقہ ہے۔ پس وہ موسیٰؑ بھی ہے اور عیسیٰؑ بھی اور آدمؑ بھی اور ابراہیمؑ بھی اور یوسفؑ بھی اور یعقوبؑ بھی۔ اسی کی طرف اللہ جلّشانہٗ اشارہ فرماتا ہے۔

فَبِھُدٰ ھُمُ اقْتَدِہْ

(الانعام:91)

یعنی اے رسول اللہ تو ان تمام ہدایات متفرقہ کو اپنے وجود میں جمع کر لے جو ہر یک نبی خاص طور پر اپنے ساتھ رکھتا تھا۔ پس اس سے ثابت ہے کہ تمام انبیاء کی شاخیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں شامل تھیں اور درحقیقت محمدؐ کا نام صلی اللہ علیہ وسلم اسی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ کیونکہ محمدؐ کے یہ معنے ہیں کہ بغایت تعریف کیا گیا۔ اور غایت درجہ کی تعریف بھی تبھی متصوّر ہو سکتی ہے کہ جب انبیاء کے تمام کمالات متفرقہ اور صفات خاصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں جمع ہوں۔ چنانچہ قرآن کریم کی بہت سی آیتیں جن کا اس وقت لکھنا موجبِ طوالت ہے اسی پر دلالت کرتی بلکہ بصراحت بتلاتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک باعتبار اپنی صفات اور کمالات کے مجموعہ انبیاء تھی اور ہر ایک نبی نے اپنے وجود کے ساتھ مناسبت پا کر یہی خیال کیا کہ میرے نام پر وہ آنے والا ہے۔ اور قرآن کریم ایک جگہ فرماتا ہے کہ سب سے زیادہ ابراہیم سے مناسبت رکھنے والا یہ نبی ہے اور بخاری میں ایک حدیث ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میری مسیح سے بشدّت مناسبت ہے اور اس کے وجود سے میرا وجود ملا ہوا ہے۔ پس اس حدیث میں حضرت مسیح کے اس فقرہ کی تصدیق ہے کہ وہ نبی میرے نام پر آئے گا۔ سو ایسا ہی ہوا کہ ہمارا مسیح صلی اللہ علیہ وسلم جب آیا تو اس نے مسیح ناصریؑ کے ناتمام کاموں کو پورا کیا اور اُسکی صداقت کیلئے گواہی دی اور ان تہمتوں سے اس کو بری قرار دیا جو یہود اور نصاریٰ نے اُس پر لگائی تھیں اور مسیح کی رُوح کو خوشی پہنچائی۔ یہ مسیح ناصریؑ کی رُوحانیت کا پہلا جوش تھا جو ہمارے سیّد ہمارے مسیح خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور سے اپنی مراد کو پہنچا۔ فالحمدللہ۔“

(آئینہ کمالاتِ اسلام روحانی خزائن جلد پنجم صفحہ343)

لجنہ اماء اللہ جماعت احمدیہ سے برطانیہ کے جلسہ سالانہ کے موقعہ پر حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ کا نصائح سے بھر پور خطاب

"دنیا سے اور اسکی زینت سے بہت دل مت لگاؤ۔قومی فخر مت کرو،کسی عورت سے ہنسی ٹھٹھا مت کرو۔خاوندوں سے وہ تقاضے نہ کرو کہ جوان کی حیثیت سے باہر ہوں۔کوشش کرو کہ تم معصوم اور پاکدامن ہونے کی حالت میں قبروں میں داخل ہو۔خدا کے فرائض نماز،زکوٰۃ وغیرہ میں سستی مت کرو۔اپنے خاوندوں کی دل و جان سے مطیع رہو، بہت سا حصہ ان کی عزت کا تمہارے ہاتھ میں ہے"

> اے میری بندیو اور اے میرے بندو! تمہارے عمل سے میں خوش ہوا تم پاک اور تربیت یافتہ نسل جو پیچھے چھوڑ آئے ہو اس سے میں خوش ہوا .اب جاؤ جنت کے جس دروازے سے تم جنت میں داخل ہونا چاہتے ہو ہو جاؤ. اور میری رضا کے پھل کھاؤ.

خطاب سیدنا امیر المؤمنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔فرمودہ 30 / جولائی 2005 بمقام Rushmoor لندن (برطانیہ) بر موقعہ جلسہ سالانہ برطانیہ

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے درج ذیل آیات کریمہ کی تلاوت کی:

اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّ لَھْوٌ وَّ زِیْنَۃٌ وَّ تَفَاخُرٌۢ بَیْنَکُمْ وَتَکَاثُرٌ فِی الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ؕ کَمَثَلِ غَیْثٍ اَعْجَبَ الْکُفَّارَ نَبَاتُہٗ ثُمَّ یَھِیْجُ فَتَرٰہُ مُصْفَرًّا ثُمَّ یَکُوْنُ حُطَامًا ؕ وَفِی الْاٰخِرَۃِ عَذَابٌ شَدِیْدٌ ۙ وَّ مَغْفِرَۃٌ مِّنَ اللّٰہِ وَرِضْوَانٌ ؕ وَمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِO سَابِقُوْٓا اِلٰی مَغْفِرَۃٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَجَنَّۃٍ عَرْضُھَا کَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۙ اُعِدَّتْ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ ؕ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِO

(الحدید:22-23)

اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنی کتاب قرآن کریم میں مختلف طریقوں سے مختلف پیراؤں سے توجہ دلائی ہے کہ اپنی زندگی کے مقصد کو سمجھو اور میری طرف آؤ اور اس زمانے میں اس مقصد کی طرف ہمیں حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے توجہ دلائی ہے پس ہم پر یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے ہمیں مسیح محمدی کی جماعت میں شامل ہونے کی توفیق عطا فرمائی کہ ہم اللہ تعالیٰ کی دعاؤں کو پانے کی طرف توجہ کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے احکامات پر غور کرنے والے اور ان پر عمل کرنے والے ہوں اور اپنی زندگی کے مقصد کو سمجھنے والے ہوں۔ پہلے جو آیات تلاوت کی گئی ہیں ان میں سے دو میں نے بھی تلاوت کی ہیں، ترجمہ آپ سن چکے ہیں اب میں بھی دوبارہ پیش کر دیتا ہوں۔

فرمایا:

جان لو کہ دنیا کی زندگی محض کھیل کود اور نفس کی خواہشات کو پورا کرنے کا ایسا ذریعہ ہے جو اعلیٰ مقصد سے غافل کر دے اور سج دھج اور باہم ایک دوسرے پر فخر کرنا ہے اور اموال اور اولاد میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کرنا ہے۔ (یہ زندگی) اس بارش کی مثال کی طرح ہے جس کی روئیدگی کفار (کے دلوں) کو لبھاتی ہے۔ پس وہ تیزی سے بڑھتی ہے۔ پھر تُو اسے زرد ہوتا ہوا دیکھتا ہے پھر وہ ریزہ ریزہ ہو جاتی ہے۔اور آخرت

میں سخت عذاب (مقدر) ہے نیز اللہ کی طرف سے مغفرت اور رضوان بھی۔ جبکہ دنیا کی زندگی تو محض دھوکے کا ایک عارضی سامان ہے۔
اگلی آیت میں فرمایا:

اپنے ربّ کی مغفرت کی طرف ایک دوسرے سے آگے بڑھو اور اس جنت کی طرف بھی جس کی وسعت آسمان اور زمین کی وسعت کی طرح ہے جو ان لوگوں کے لئے تیار کی گئی ہے جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہیں۔ یہ اللہ کا فضل ہے وہ اس کو جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ عظیم فضل والا ہے۔

یعنی فرمایا کہ تم سمجھتے ہو کہ اس دُنیا میں صرف اسلئے آئے ہو کہ اس دنیا کے جو سامان ہیں اس دنیا کی جو چکاچوند ہے، دنیاوی معاملات میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی جو دوڑ لگی ہوئی ہے اس فکر میں ہی زندگی گزارنی ہے، یہ فکر ہے کہ میرا گھر فلاں رشتہ دار کے گھر سے اچھا ہو، میرا گھر فلاں کے گھر سے اچھا سجا ہوا ہو، میرے گھر میں فلاں فلاں چیزیں بھی ہوں، میری کار اعلیٰ قسم کی اور نئی ہو، میرے پاس زیور فلاں عورت کے زیور سے زیادہ اچھا ہو۔ تو فرمایا کہ جان لو کہ یہ تمہاری زندگی کا مقصد نہیں ہے بلکہ اس کی مثال دے کر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ دنیا کی ہوا و ہوس اور کھیل کود میں بسر کی جانے والی زندگی تو اس طرح ہی ہے جس طرح کہ سبزہ ہے جب اس پر بارش پڑتی ہے اور اس کو پانی ملتا ہے اور وہ اور زیادہ خوبصورت اور سرسبز ہو جاتا ہے۔ اپنے ماحول میں دیکھیں بارش کے دنوں میں درختوں کا، فصلوں کا، پودوں کا رنگ کتنا خوبصورت لگ رہا ہوتا ہے۔ ہر چیز میں ایک خوبصورتی اور چمک ہوتی ہے۔ نکھرا ہوا سبز رنگ ہوتا ہے اور ایسی خوبصورتی نظر آتی ہے کہ دل چاہتا ہے کہ دیکھتا ہی رہے انسان۔ لیکن پھر آہستہ آہستہ ایک وقت آتا ہے کہ اپنی عمر کو پہنچ کر اپنا رنگ بدلنے لگتے ہیں اور مثلاً فصلیں ہیں، ایک فصل اپنی عمر کو پہنچتی ہے تو اس کا رنگ زرد ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ اور جب زمیندار اس فصل سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتا ہے کہ فائدہ مجھے ہوگا کٹائی کا وقت قریب آ گیا ہے تو اس وقت اس پر تیز گرم ہوا یا آندھی یا طوفان یا اس طرح کی کوئی چیز آ جائے تو وہیں وہ سب کچھ بکھر جاتا ہے اور کسی کام کا نہیں رہتا۔ وہ لوگ اس دنیا کے سامان کو ہی سب کچھ سمجھتے ہیں اور آخرت کی ان کو کوئی فکر نہیں، خدا تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے کی انہیں کوئی فکر نہیں، اپنے اندر پاک تبدیلیاں پیدا کرنے کی انہیں کوئی فکر نہیں، ان لوگوں کا انجام بھی ایسا ہی ہوتا ہے۔ مرنے کے بعد ان کے اعمال کی کھیتی ان کو کچھ بھی فائدہ نہیں دیتی۔ سب کچھ نیک اعمال نہ کرنے کی وجہ سے اور دنیاداری میں پڑے رہنے کی وجہ سے، حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا نہ کرنے کی وجہ سے ریزہ ریزہ ہو کر ضائع ہو جاتا ہے۔ دنیاداری کے دھندے اور دنیا میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی خواہش، اپنی اولاد پر ناز، اپنی دولت کے گھمنڈ کی وجہ سے ایسے لوگوں کو نہ صرف یہ کہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل نہیں ہوتی بلکہ عذاب ملتا ہے۔ اب کاروباری لوگوں کو دیکھ لیں جب کاروبار تباہ ہوتے ہیں تو کچھ بھی ان کا نہیں رہتا اور اللہ تعالیٰ کی طرف نہ جھکنے کی وجہ سے اتنا اثر ہوتا ہے کہ بعضوں کے بچے فوت ہو جاتے ہیں، اولادیں ضائع ہو جاتی ہیں۔ ان کا اتنا صدمہ اور غم ہوتا ہے کہ پاگل ہو جاتے ہیں۔ تو یہ چیزیں کچھ بھی دینے والی نہیں ہیں۔

دنیاداری کے دھندے اور دنیا میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی خواہش، اپنی اولاد پر ناز اور اپنی دولت پر گھمنڈ کی وجہ سے ایسے لوگوں کو نہ صرف یہ کہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل نہیں ہوتی اور عذاب ملتا ہے اور جھلسا دینے والی گرم ہوائیں ملتی ہیں اور قسم ہا قسم کے مختلف عذاب ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ذکر فرمایا ہے، مختلف جگہوں پر ان عذابوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے ایسے لوگوں کو۔ کفّار کی مثال دی تھی کہ ان کی حالت پھر ایسی ہو جاتی ہے۔

لیکن نیک اعمال بجالانے والوں کے لئے، اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں رکھنے والوں کے لئے، اس کی رضا کے طلبگاروں کے لئے، اس کی مغفرت اور رحمت اور اسکی رضا کی چادر حاصل کرنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ پھر یہ چیزیں عطا فرماتا ہے اور اپنے سائے میں لے لیتا ہے۔ ہر گرمی سے انسان کو محفوظ رکھتا ہے۔ اور ہر تپش سے مومن کی بچت ہوتی ہے اور نہ صرف بچت ہوتی ہے بلکہ اس مغفرت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بلکہ اس محبت کی وجہ سے جو اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں رکھ کر زندگی گزارنے پر ملتی ہے، ٹھنڈی ہوائیں ہیں، ہمیشہ رہنے والے سبزے ہیں، آنکھوں کو تازہ کرنے والے نظارے ہیں۔

جنت کی مختلف نعمتیں ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اللہ تعالیٰ کی رضا ہے۔ اس لئے فرمایا کہ اے مومنو! کسی دھوکے میں نہ رہنا۔ شیطان نے تو یہ قسم کھائی ہوئی ہے کہ میں تمہیں دنیا کے گند اور دنیا کی چکاچوند میں ہر وقت ڈبونے کی کوشش کروں گا۔ اس کی ظاہری خوبصورتی کے نظارے دکھاؤں گا۔

اس کی زینت تم پر اسطرح ظاہر کروں گا کہ تم بے قرار ہو کر اس کی طرف دوڑتے چلے جاؤ گے لیکن یاد رکھو کہ یہ صرف اور صرف شیطان کے دھوکے ہیں۔ یہ زندگی کا عارضی سامان ہے جو تمہیں اس دنیا میں بھی خدا سے دور لے جانے والا ہے اور نتیجتاً تمہیں اگلے جہان میں بھی دائمی جنتوں سے محروم کرنے والا ہے جس کا خدا تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے۔ پس ہر ایک احمدی کو خواہ وہ عورت ہو یا مرد اس طرز سے سوچنا چاہیئے، اس طرز سے جائزہ لینا چاہیئے کہ کیا میں اپنی زندگی کے مقصد کو پورا کر رہا ہوں؟ میں جو یہ دعویٰ کرتا ہوں یا کرتی ہوں کہ میں نے آنحضرت ﷺ کی پیشگوئیوں کے مطابق اس زمانے کے امام کو مانا ہے، میں جو ان خوش قسمتوں میں شامل ہو گئی ہوں جس کے بارے میں خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ

وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ط

(الجمعة:4)

یعنی اور ان کے سوا ایک دوسری قوم میں سے بھی بھیجے گا جو ابھی تک ان سے ملی نہیں۔

اس ضمن میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح آنحضرت ﷺ نے بگڑی ہوئی قوم کو سیدھے راستے پر چلا دیا تھا جو دین سے بہت دور جا پڑے تھے، اندھیرے میں پڑے ہوئے تھے۔ اور خدا تعالیٰ کی انہیں ایسی پہچان کروادی جو ایک نشان کے طور پر ہے اور ان میں عظیم الشان پاک تبدیلیاں پیدا کر دیں۔

یہ خلاصہ ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ کا جو میں اپنے الفاظ میں پیش کر رہا ہوں۔ پھر آگے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ میں بھی بیان کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا ایک گروہ اور ہے جو آخری زمانہ میں ظاہر ہوگا۔ وہ بھی اول تاریکی اور گمراہی میں ہوں گے اور علم اور حکمت اور یقین سے دور ہوں گے تب ان کو بھی خدا تعالیٰ صحابہؓ کے رنگ میں لائے گا یعنی جو کچھ صحابہؓ نے دیکھا وہ ان کو بھی دکھایا جائے گا۔

پس ہر ایک اپنا جائزہ لے کہ کیا جس مقصد کے لئے ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مانا ہے آپ کی بیعت میں شامل ہوئے ہیں؟ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے ہمارے قدم بڑھ رہے ہیں یا وہیں کھڑے ہیں؟ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے صحابہؓ نے اپنے اندر کس طرح تبدیلیاں کیں؟ اور صحابیاتؓ نے اپنے اندر کس طرح پاک تبدیلیاں کیں؟ دنیا کے کھیل کود کو کسطرح انہوں نے ٹھکرا دیا؟ کس طرح عبادتوں کے معیار قائم کئے؟ کس طرح مالی قربانیوں کے معیار انہوں نے قائم کئے؟ ایسی ایسی صحابیاتؓ بھی تھیں جو ساری ساری رات عبادتیں کرتی تھیں اور دن کو روزے رکھتی تھیں۔ آخر ان کے خاوندوں کی شکایت پر آنحضرت ﷺ نے ان کو اس تسلسل سے اتنی زیادہ عبادتیں کرنے سے منع فرمایا۔ اُن کے خاوندوں کو ان سے یہ شکوہ نہیں تھا کہ وہ دنیا داری میں پڑی ہوئی ہیں۔ روز نئے نئے مطالبے ہو رہے ہیں بلکہ ان کے خاوندوں کو اگر کوئی شکوہ تھا تو یہ کہ یہ اپنی عبادتوں میں ضرورت سے زیادہ پڑی ہوئی ہیں اور خاوند اور بچوں کے حقوق صحیح طور پر ادا نہیں کر رہیں۔ تو اسلام جو بڑا اسمو یا ہوا مذہب ہے۔ نہ افراط ہے نہ تفریط ہے۔ یہ تو وہ مذہب ہے جو ہر ایک کے حقوق قائم کرنے کا نہ صرف دعویٰ کرتا ہے بلکہ اس نے حقوق قائم بھی کئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حقوق بھی قائم کئے ہیں اور بندوں کے حقوق بھی قائم کئے ہیں اور جیسا کہ میں نے کہا اسکے ماننے والوں نے خواہ وہ عورتیں تھیں یا مرد عبادتوں کے بھی اعلیٰ معیار قائم کئے اور ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے کے بھی اعلیٰ معیار قائم کئے۔ اُن عورتوں نے اپنے خاوندوں کے بھی حقوق ادا کئے اور بچوں کے بھی حقوق ادا کئے اور نہ صرف ادا کئے بلکہ جیسا کہ میں نے کہا ان کے اعلیٰ معیار قائم کئے۔ پس ان نمونوں پر آج کی احمدی عورت کو بھی غور کرنا ہوگا۔ تبھی وہ پہلوں سے ملنے والی کہلا سکتی ہیں۔ آج آپ ہی ہیں جنہوں نے اپنے اندر پاک تبدیلیوں کے ساتھ ساتھ اپنے خاوندوں اور بچوں کی طرف بھی توجہ دینی ہے اور ان کو بھی یہ توجہ دلانی ہے کہ اس مسیح پاکؑ کی جماعت میں شامل ہو کر تم بھی اپنے اندر پاک تبدیلیاں پیدا کرو اور پاک تبدیلیاں پیدا کرنے کی طرف قدم بڑھاؤ جس سے وہ مقام حاصل ہو جو پہلوں کو اپنے اندر پاک تبدیلیاں پیدا کر کے ہوا تھا۔ اپنی نسلوں کے ذہنوں میں بھی یہ بات راسخ کرنی ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں شامل ہونے کے مقصد کو تم تبھی ادا کر سکتے ہو جب دنیا کے کھیل کود تمہاری زندگی کا مقصد نہ ہوں۔ پس اس لحاظ سے احمدی عورت کا مقام اور ذمہ داری انتہائی اہم ہے۔ کیونکہ احمدیت کی آئندہ نسل کی پرورش آپ کی گود میں ہو رہی ہے یا ہونے والی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس مقام کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ کبھی آپ اور آپ کی نسلیں اس طرزِ عمل کی مصداق نہ بنیں جو کھیل کود میں مصروف ہو کر نبی کو اکیلا چھوڑنے والی تھیں بلکہ ہر وقت اُس سودے اور تجارت کی تلاش میں رہیں کہ جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ اس کھیل کود اور تجارت اور تمہاری خواہشات کے مقابلہ میں بہت اچھا ہے۔ بلکہ یہی ہے جس سے

تم اس دنیا میں بھی جنت حاصل کرنے والے ہو گے اور آئندہ زندگی میں بھی۔ پس یہ سوچ ہے جو ہر احمدی کو رکھنی چاہیئے۔ اور احمدی عورتوں کو میں خاص طور پر زور دے کر اسلئے کہہ رہا ہوں کہ آپ صرف اپنی ہی ذمہ دار نہیں ہیں بلکہ اپنی نسلوں کی بھی ذمہ دار ہیں۔ بلکہ مستقبل کی نسل کی پرورش اس کی گود میں ہو رہی ہے۔ جیسا کہ میں نے کہا کہ آپ صرف اپنی ذمہ دار نہیں ہیں۔ خاوندوں کے گھروں کی نگران ہونے کی حیثیت سے آپ صرف اپنی زینتوں کو چھپانے والی اوران کی حفاظت کرنے والی نہیں ہیں۔ بلکہ مستقبل کے جو باپ اور مائیں بننے والی ہیں انہوں نے بھی یہی رنگ اختیار کرنا ہے جو آپ نے اختیار کیا ہوا ہے جس کے مطابق آپ اپنی زندگی بسر کر رہی ہیں اس لئے آپ اپنی نسلوں کی زینتوں کی بھی ذمہ دار ہیں۔ اس لیے ہمیشہ یاد رکھیں کہ آپ کی زینت اور آپ کا فخر، ظاہری سج دھج، اور مال و متاع اور اولاد نہ ہو بلکہ آپ اپنے مقام کو سمجھتے ہوئے اس زینت کو اختیار کریں جس کو اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے لئے پسند کیا۔ اور جس کا ذکر قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَیْکُمْ لِبَاسًا یُّوَارِیْ سَوْاٰتِکُمْ وَرِیْشًا ؕ وَ لِبَاسُ التَّقْوٰی ۙ ذٰلِکَ خَیْرٌ ؕ ذٰلِکَ مِنْ اٰیٰتِ اللّٰہِ لَعَلَّھُمْ یَذَّکَّرُوْنَ○

(الاعراف:27)

اے بنی آدم! یقیناً ہم نے تم پر لباس اتارا ہے جو تمہاری کمزوریوں کو ڈھانپتا ہے اور زینت کے طور پر ہے۔ اور رہا تقویٰ کا لباس! تو وہ سب سے بہتر ہے۔ یہ اللہ کی آیات میں سے کچھ ہیں تا کہ وہ نصیحت پکڑیں۔

تو دیکھیں فرمایا کہ سب سے بہتر لباس ہے تقویٰ کا جس سے تمہاری زینت بڑھتی ہے اس لئے پہلی بات تو یہ ہے کہ اپنے ذہن سے یہ خیال نکال دو کہ یہ دنیا کی چکاچوند یہ مال و متاع، تمہاری زینتیں ہیں، یہ تمہاری زینتیں نہیں ہیں۔ نہ ہی تمہارے لئے فخر کا مقام ہے۔ یہ سب عارضی چیزیں ہیں، دھوکے ہیں۔
اگر کسی آفت کی وجہ سے ضائع ہو جائیں تو یہ دنیا جس کی تمہارے نزدیک بہت وُقعت ہے، یہی تمہارے لئے جہنم بن جاتی ہے۔ جیسا کہ میں پہلے کہہ آیا ہوں۔ پس اپنے مقصدِ پیدائش کو پہچانتے ہوئے اس چیز سے اپنے آپ کو سجاؤ جو تمہارے ہمیشہ کام آئے اور وہ ہے تقویٰ، اللہ تعالیٰ کا خوف، اس سے پیار، اس سے محبت اور یہی چیز ہے جو تمہاری خوبصورتی کو اور بڑھائے گی۔

اب دیکھیں لباس کا جو مقصد ہے مثلاً عورتیں اچھی قسم کے جوڑے پہنتی ہیں اور لباس کی بڑی دلدادہ ہوتی ہیں۔ بڑی محنت کرتی ہیں کپڑے سلوانے کے لئے۔ بڑے بڑے درزیوں کے پاس جاتی ہیں جنہیں توفیق ہو وہ کہ اچھے اور نئے ڈیزائن کے کپڑے سلوائیں۔ اور پھر ہر کوئی اپنی توفیق کے مطابق نئے، اعلیٰ اور عمدہ کپڑے سلوانے کی کوشش کرتا ہے اِلَّا مَاشَاءَ اللّٰہ بہت کم لوگ ہوتے ہیں جو سادگی سے زندگی گزارنے والے ہوں۔ تو عموماً بڑا تردّد کیا جاتا ہے کپڑے سلوانے میں۔ یہ سب اسلئے ہوتا ہے کہ ایک تو بنیادی مقصد جو ہے اور جو ہونا چاہیئے کہ ایک زیادہ خرچ کرنے والا ہو یا کم خرچ کرنے والا ہو کپڑے اس لئے پہنے جاتے ہیں کہ اپنے ننگ کو ڈھانپا جائے اور ایک احمدی عورت کی حیثیت سے تو چاہے وہ امیر عورت ہو یا غریب ہو یہی اس کا کم از کم ایک بہت بڑا مقصد ہوتا ہے اور یہی ہونا چاہیئے کہ ننگ کو ڈھانپا جائے۔ اور دوسرا یہ بھی ساتھ ہے کہ فیشن بھی کیا جائے۔ ایسے ڈیزائن پہنے جائیں جو اس ننگ کو ڈھانپنے کے ساتھ ساتھ فیشن ایبل بھی ہوں۔ لیکن اس کے علاوہ کچھ اور لوگ بھی ہوتے ہیں جن کا مقصد صرف دنیا کو مرعوب کرنا اور فیشن کرنا ہوتا ہے۔ وہ اس بنیادی مقصد کی طرف کم توجہ دیتے ہیں۔ اس لئے یورپ میں دیکھ لیں کہ اُس مقصد کو بھلانے کی وجہ سے کہ ننگ کو ڈھانپنا ہے اس کے بجائے عجیب عجیب قسم کے بے ڈھنگے ننگے لباس نظر آتے ہیں اور پھر ان ننگے لباسوں کے اشتہار اخباروں اور ٹیلیویژن وغیرہ پر بھی آتے ہیں، تو بہر حال جن لوگوں میں کچھ شرافت ہے ان کا بنیادی مقصد یہی ہوتا ہے کہ اپنے ننگ کو چھپایا جائے اور پھر ظاہری طور پر کچھ فیشن بھی کر لیا جائے۔ جیسا کہ میں نے کہا لیکن بنیادی مقصد یہی ہے کہ ننگ کو ڈھانپا جائے۔ عورت کی یہ فطرت ہے جس طبقے اور جس سوچ کی بھی ہے وہ ایک بات یہ ہے کہ اسے اپنے ماحول میں دوسروں سے نمایاں نظر آنے کی خواہش ہوتی ہے۔

احمدی معاشرے میں اس نمایاں ہونے کے اظہار کا اپنا طریق ہے۔ شاید یہاں ایک آدھ مثال کہیں ملتی ہو جہاں حیاء کو زینت نہ سمجھا جاتا ہو۔ لیکن عموماً احمدی لڑکی اور احمدی عورت اپنے لباس میں حیاء کے پہلو کو مدنظر رکھتی ہے۔ جبکہ مغرب میں جیسا کہ میں نے کہا یہاں معاشرے میں حیاء کا تصور ہی اٹھ گیا ہے۔ اسلئے یہاں

ان قوموں میں جو لباس ہے یہ یا تو موسم کی سختی سے بچنے کے لئے پہنتے ہیں یا فیشن کے لئے۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو عقل دے اور خدا کا خوف ان میں پیدا ہو۔ تو بہر حال ہم جب بات کرتے ہیں تو احمدی عورت کی کرتے ہیں لیکن اس معاشرے میں رہنے کی وجہ سے خطرہ ہے کہ کہیں کوئی اِکّا دُکّا احمدی لڑکی اُن سے متأثر نہ ہو جائے۔ تو بہر حال میں ذکر کر رہا تھا کہ اس معاشرے کا اثر یہ خطرہ ہے کہ کہیں احمدیوں پر بھی نہ پڑ جائے۔

عموماً اب تک تو اللہ تعالیٰ نے محفوظ رکھا ہوا ہے شاید اِکّا دُکّا کوئی مثال ہو اس کے علاوہ لیکن یہ جو فکر ہے اسلئے پیدا ہو رہی ہے مجھے کہ اس کی طرف پہلا قدم اٹھتا ہوا ہمیں نظر آ رہا ہے۔ کیونکہ اس معاشرے میں آتے ہی جو پردے کی اہمیت ہے وہ نہیں رہی۔ وہ اہمیت پردے کو نہیں دی جاتی جس کا اسلام ہمیں حکم دیتا ہے۔ میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ احمدی عورت کو تو پردے کا خیال از خود رکھنا چاہیئے۔ خود اس کے دل میں احساس پیدا ہونا چاہیئے کہ ہم نے پردہ کرنا ہے نہ یہ کہ اسے یاد کروایا جائے۔ احمدی عورت کو تو پردے کے معیار پر ایسا قائم رہنا چاہیئے کہ اس کا ایک نشان نظر آئے۔ پردے کا ایک معیار قائم ہونا چاہیئے اور یہ نہیں کہ اگر جلسے پہ آئیں اجلاسوں پہ آئیں تو حجاب اور پردوں میں ہوں، بازاروں میں پھر رہی ہوں تو بالکل اور شکل نظر آتی ہو۔ احمدی عورت نے اگر پردہ کرنا ہے تو اس لئے کرنا ہے کہ خدا تعالیٰ کا حکم ہے اور معاشرے کی بدنظر سے اپنے آپ کو بچانا ہے۔ اس لئے اپنے معیاروں کو ہمیشہ ایک رکھیں، دوہرے معیار نہ اپنائیں۔ اور یہاں کی پڑھی لکھی لڑکیاں یہاں کی پرورش پانے والی لڑکیاں جن میں ایک خوبی بہر حال ہے کہ ان میں ایک سچائی ہے، ایک صداقت ہے۔ تو ان کو اپنا وہ معیار بہر حال قائم رکھنا چاہیئے سچائی کا۔ یہاں نوجوان نسل میں ایک خوبی ہے کہ ان میں یہ برداشت نہیں کہ دوہرے معیار ہوں۔ اسلئے اس معاملے میں بھی اپنے اندر یہ خوبی قائم رکھیں کہ دوہرے معیار نہ ہوں۔ اپنے لباس کو ایسا رکھیں جو ایک حیاء والا لباس ہو۔ دوسرے جو پردے کی عمر کو پہنچ گئی ہیں وہ اپنے لباس کی خاص طور پر احتیاط کریں اور دوسرے کوٹ اور حجاب وغیرہ کے ساتھ اور پردے کے ساتھ رہنے کی کوشش کریں۔ غیروں سے پردے کا حکم اللہ تعالیٰ نے ہر جگہ کے لئے دیا ہوا ہے۔ یہ کہیں نہیں لکھا کہ خاوندوں کے دوستوں سے یا بھائیوں کے دوستوں سے اگر وہ گھر میں آ جائیں تو پردہ چھوڑنے کی اجازت ہے۔ یا بازار میں جانا ہے تو پردہ چھوڑنے کی اجازت ہے، یا تفریح میں کہیں پھرنا ہے تو پردہ چھوڑنے کی اجازت ہے۔ حیاء دار لباس بہر حال ہونا چاہیئے۔ اور جو پردے کی عمر میں ہیں ان کو ایسا لباس پہننا چاہیئے جس سے احمدی عورت پر یہ انگلی نہ اٹھے کہ یہ بے پردہ عورت ہے۔ کام پر اگر مجبوری ہے تو تب بھی پورا ڈھکا ہوا لباس ہونا چاہیئے، حجاب ہونا چاہیئے تو پردہ جس طرح جماعتی فنکشنز پر آتے ہوئے ضروری ہے عام زندگی میں بھی اتنا ہی ضروری ہے۔ تو بہر حال عورت کی زینت کی بات ہو رہی ہے اور لباسِ تقویٰ کی بات ہو رہی تھی تو زینت جو ہے وہ تقویٰ کے لباس میں ہی ہے۔ ایک مومن عورت کو اس بات کا خیال رکھنا چاہیئے کہ اس کی زینت تقویٰ کے لباس میں ہی ہے یعنی اس کا ہر فعل خدا تعالیٰ کے خوف اور اس کے احکامات پر عمل کرنے کو مدنظر رکھنے پر ہو۔ یہ نہ ہو کہ اپنی نفسانی خواہشات کو ترجیح دیتے ہوئے عمل ہو رہے ہوں۔ پس اگر ہر احمدی عورت اس سوچ کے ساتھ اپنی زندگی گزار رہی ہوگی اور لباسِ تقویٰ کے لئے اس سے بڑھ کر تردد کر رہی ہوگی اور کوشش کر رہی ہوگی جتنی کہ اپنے ظاہری لباس کے لئے کرتی ہے۔ تو یہ لباسِ تقویٰ آپ کی چھوٹی چھوٹی روحانی اور اخلاقی برائیوں کو چھپانے والا ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ کی مغفرت کی نظر آپ پر ہوگی۔ اس وجہ سے کہ اللہ کا خوف ہے، تقویٰ کو اپنا لباس بنانے کی کوشش کرتی ہیں۔ خدا تعالیٰ کمزوریوں کو دور کرنے کی بھی توفیق دیتا ہے اور دے گا اور ایمان میں ترقی کرنے کی بھی توفیق دے گا۔ کیونکہ اس توجہ کی وجہ سے جو آپ اپنے آپ کو لباس میں سمیٹنے کے لئے کریں گی، آپ کو خدا تعالیٰ کے آگے جھکنے کے بھی مواقع ملیں گے اور اللہ تعالیٰ اپنے آگے نیک نیتی سے جھکنے والے کی دعاؤں کو قبول بھی کرتا ہے، ضائع نہیں کرتا۔ پھر اس سے مزید نیکیوں کی توفیق ملتی چلی جائے گی۔ وہ ایسے جھکنے والوں کی طرف اپنی مغفرت کی چادر پھیلاتا ہے اور جب انسان اللہ تعالیٰ کی مغفرت کی چادر تلے آ جائے تو پھر انہی راستوں پر چلتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے راستے ہیں پس ان تلاوت کی گئی آیتوں میں سے دوسری آیت میں خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اپنے ربّ کی مغفرت حاصل کرنے کے لئے ایک دوسرے سے آگے بڑھو۔ اس دوڑ میں آپ سب شامل ہوں اور اللہ تعالیٰ کی جنتوں کی وارث بنیں۔ جو اس دنیا میں بھی نیک اعمال کر کے ملتی ہے۔ پاک زندگیاں اپنانے سے ہی ملتی ہے۔ استغفار کرتے ہوئے، خدا تعالیٰ کے حضور جھکنے سے ہی ملتی ہے، اپنی نسلوں کی پاک تربیت کرنے سے ملتی ہے۔ اپنے معاشرے کے حقوق ادا کرنے سے ملتی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کے اس فضل کو سمیٹیں، ایک دوسرے سے بڑھ کر اس فضل کو سمیٹنے والی بنیں نہ کہ اپنی دولت اپنی امارت، اپنی اولاد، اپنے خاندان پر فخر کرنے والی ہوں کیونکہ یہ سب تکبر

کی قسمیں ہیں اور اللہ تعالیٰ نے بڑے واضح طور پر فرما دیا ہے۔ کہ میں تکبر کرنے والے اور بڑھ بڑھ کر اپنی دنیاوی چیزوں پر فخر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

اُن عورتوں کو بھی آج یہ عہد کرنا چاہیئے جو اپنے لڑکوں کے ذریعے سے اپنی بہوؤں پر ظلم کرواتی ہیں۔ اور ان کی زندگی اجیرن کی ہوئی ہے یہ زندگی چند روزہ ہے۔ اس میں تقویٰ پر چلتے ہوئے بجائے اس کے کہ اس زندگی کو جنت بنائیں، اپنے لئے بھی اپنے بیٹوں کے لئے بھی اور ان کی اولادوں کے لئے بھی ان لغویات میں پڑ کر کہ بیٹا ہاتھ سے نہ چلا جائے ان سب کی زندگی جہنم بنا رہی ہوتی ہیں۔ اسی طرح بعض بہوئیں ہیں، اپنے خاوندوں کے ذریعے اپنی ساسوں کے حقوق تلف کر رہی ہوتی ہیں۔ پس خدا کے لئے خدا کا خوف دل میں قائم کرتے ہوئے اپنے دلوں کے تکبر کو ختم کریں۔ اور اپنے آپ کو تقویٰ کے لباس سے مزیّن کریں۔ اپنی اولادوں پر بھی رحم کریں اور انکی نسلوں پر بھی رحم کریں۔ اگر ماؤں کو یہ خیال ہے کہ یہ ہمارے بیٹے ہیں اس لئے ہم جس طرح چاہیں ان کے ذریعے سے اپنی بہوؤں پر ظلم کروالیں۔ تو پھر آپ ان ماؤں میں شمار نہیں ہوسکتیں جن کے پاؤں کے نیچے جنت ہے کیونکہ آپ نے وہ تعلیم آگے پھیلائی ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کے حکم کے خلاف ہے۔ یہ جاگ آپ نے لگائی ہے جو ہوسکتا ہے کہ آگے آپ کی بہوؤں اور بیٹوں میں بھی چلے۔ جب ان کو موقعہ ملے گا تو وہ بھی یہی سلوک اپنے بچوں سے کریں گے۔ اپنی بہوؤں سے کریں گے۔ تو خدا تعالیٰ کے حکموں کے خلاف چلنے سے جنتیں نہیں ملا کرتیں۔ جو قانونِ قدرت ہے وہ تو اسی طرح نتیجے نکالے گا جس طرح کہ ایسے عملوں کے نتیجے نکلنے چاہئیں۔ پس یہ چیزیں بھی نفس کی خواہشات کے زمرے میں آتی ہیں کہ اگر ایک دوسرے سے ساس بہوؤں کے سلوک اللہ تعالیٰ کے حکموں کے مطابق نہیں تو یہ بھی نفس کی خواہشات ہیں۔ اور اس کے نتیجے میں جیسا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ بڑے خوف ناک نتائج پھر سامنے آئیں گے۔ پس اگر عذاب سے بچنا ہے اور اللہ تعالیٰ کی مغفرت کی چادر کے نیچے آنا ہے تو تمام نفسانی خواہشات کو ختم کرنا ہوگا' جلانا ہوگا تباہ کرنا ہوگا۔

اللہ تعالیٰ سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ بس یہ ایک دو مثالیں ہیں جو میں نے دی ہیں لیکن قرآن کریم ان حکموں سے بھرا پڑا ہے جو نیکیوں پر قائم رکھنے کے لئے ہمیں دئے گئے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک جگہ فرمایا ہے کہ ان کی تعداد 700 تک ہے۔ پس اپنے آپ کو اور اپنی اولادوں کو جنت کے راستوں کی طرف چلانے کے لئے ان تمام حکموں پر چلنے کی کوشش کرنی ہوگی۔ حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ حقوق العباد بھی ادا کرنے ہوں گے۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ تم اپنے بارے میں چھ باتوں کی ضمانت دو تو میں تمہیں جنت میں جانے کی ضمانت دیتا ہوں۔ وہ چھ باتیں کیا ہیں جن کی آپؐ نے ہم سے ضمانت مانگی ہے؟

فرمایا: **پہلی بات یہ ہے کہ گفتگو کرو تو سچ بولو۔**

اب دیکھیں کہ ہر کوئی اپنا جائزہ لے کہ کیا ہر معاملہ میں سچ بات کہتی ہیں۔ کئی باتیں ایسی آجاتی ہیں جہاں اس بات کا لحاظ نہیں رکھا جاتا۔ عورتیں عورتوں کو نیچا دکھانے کے لئے اپنے آپ سے بعض باتیں گھڑ کر مشہور کر دیتی ہیں۔ میں نہیں کہتا کہ مرد اس سے پاک ہیں۔ لیکن جیسا کہ میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ عورت کی گود میں تربیت پانے والے بچے بھی اسی طرح تربیت پائیں گے جیسی کہ ماں کی ہے۔ آنحضرت ﷺ تو اس حد تک فرماتے تھے کہ اگر تم اپنے بچے کو کوئی چیز دینے کے لئے بلاؤ اور پھر نہ دو تو یہ تم نے جھوٹ بولا ہے۔ یعنی مذاق میں بھی ایسی بات نہیں کرنی، ٹالنے کے لئے بھی ایسی بات نہیں کرنی۔

پھر آپؐ نے فرمایا کہ:

''کسی شخص کے جھوٹا ہونے کے لئے یہی بات کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات لوگوں میں بیان کرتا پھرے۔''

تو دیکھیں اس باریکی میں جا کر اگر اپنا جائزہ لیں تو پتہ چلے گا کہ کس حد تک ہم سے بے احتیاطیاں ہو جاتی ہیں۔ کس حد تک احتیاط کی ضرورت ہے۔ کس حد تک پھونک پھونک کر قدم اٹھانے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ بچہ اپنے ماں باپ کے زیرِ اثر رہ کر اور خاص طور پر ایک عمر تک ماں کے زیرِ اثر رہ کر ہی کچھ سیکھتا ہے جو ماں کا عمل ہو۔ چاہے آپ اس کو وہ باتیں کہہ رہی ہوں یا نہ کہہ رہی ہوں، غیر محسوس طریقے پر لاشعوری طور پر وہ چیزیں سیکھ رہا ہوتا ہے یا اثر قبول کر رہا ہوتا ہے۔

پھر دوسری بات آپؐ نے جنت میں جانے کی ضمانت کے طور پر فرمائی ہے۔ فرمایا: **جب تم وعدہ کرو تو وفا کرو' اس کو پورا کرو۔** پس مومن کا وعدہ ایسا ہی ہے جیسا کہ اس نے وہ کام کر کے دکھا دیا ہو، کام کر دیا ہو۔ پھر فرمایا کہ **جب تمہارے پاس امانت رکھی جائے اور امانت رکھوانے والا اسے مانگے تو اسے دے دیا کرو۔** پھر ٹال مٹول سے کام نہ لیا کرو۔ یہ امانت کا مضمون بھی بہت وسیع مضمون ہے۔ اسوقت تو اس کی تفصیل نہیں بتائی جاسکتی لیکن بہر حال میں صرف اتنا بتا دیتا ہوں کہ احمدیت کی

آئندہ نسلیں جو آپ کی گودوں میں پل رہی ہیں اور خاص طور پر واقفین نو' یہ جماعت کی آپ کے پاس امانت ہیں۔پس ان امانتوں کو بھی آپ نے جماعت کو اسی طرح لوٹانا ہے جس طرح جماعت نے آپ سے توقع کی ہے' جس طرح خلیفہ وقت نے آپ سے توقع کی ہے۔

پھر فرمایا کہ تیسری چیز جنت میں جانے کی ضمانت کے طور پر کہ **اپنے فروج کی حفاظت کرو۔** حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ اس سے مراد کان، آنکھ، منہ وغیرہ بھی ہیں۔اس لئے ایک احمدی عورت کے کان لغویات سننے سے ہر وقت محفوظ رہنے چاہئیں۔ایک احمدی عورت کو اپنی آنکھ کو ہر اس نظارے کے دیکھنے سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنا چاہئے جس سے دوسری عورت احمدی ہو یا غیر ہو اس کے عیب اسے نظر آتے ہوں۔ کیونکہ دوسروں کے عیب تلاش کرنے کا بعضوں کو شوق ہوتا ہے۔

ہر احمدی عورت کے منہ سے کبھی کوئی ایسا کلمہ نہ نکلے جو دوسرے کے لئے تکلیف کا باعث ہو، جس سے دوسرے کو تکلیف پہنچے۔ پس اگر اس بات پر عمل کرنے لگ جائیں تو کبھی معاشرے میں جھگڑے نہ ہوں۔ساس بہو، نند بھابھی میں آپس میں محبت اور پیار نظر آتا ہو۔اور سب ایک دوسرے کے حقوق کا خیال رکھنے والے ہوں گے۔

پھر پانچویں بات آپ نے یہ بتائی فرمایا کہ: **غضِ بصر سے کام لینے والے ہوں** اور یہ غضِ بصر سے کام لینا ہی ہے جس پر عمل کیا جائے مردوں کی طرف سے بھی اور عورتوں کی طرف سے بھی تو پردے کی طرف توجہ پیدا ہو سکتی ہے۔جس کا پہلے میں تفصیل سے ذکر کر آیا ہوں۔

اور چھٹی بات آپؑ نے یہ بیان فرمائی کہ **اپنے ہاتھوں کو ظلم سے روکے رکھو۔** ہاتھوں کو ظلم سے روکنے کا صرف یہی مطلب نہیں ہے کہ کسی سے لڑائی نہیں کرنی بلکہ فی زمانہ یعنی اس زمانے میں ایک دوسرے کے خلاف بدنام کرنے کے خطوط لکھ کر یا کمپیوٹر وغیرہ کے ذریعے لکھ کر بدنام کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ یہ بھی اسی زمرے میں آتا ہے۔گو کہ اس میں مرد زیادہ نظر آتے ہیں۔لیکن بعض دفعہ عورتیں یہ ظلم کرواتی ہیں۔مردوں کی مددگار بن رہی ہوتی ہیں۔اور مردوں کو اُکسا رہی ہوتی ہیں کئی معاملات بعض دفعہ ایسے آجاتے ہیں۔میرے پاس آئے ہیں جس میں ماں نے بچے کو کہا کہ اسطرح اپنی سابقہ بیوی کے بارے میں لکھ کر مختلف لوگوں کو بھیجو، یا email کر دیتے ہیں، Internet پر دے دیتے ہیں یا ویسے خط لکھ دیتے ہیں تا کہ اسکا کہیں رشتہ نہ ہو' بدنام کرنے کی کوشش کرو۔انتہائی گھٹیا حرکتیں ہوتی ہیں ان سے بچنے کی کوشش کرنی چاہئے ہمیشہ ہر احمدی کو۔

اللہ تعالیٰ کا جماعت پر بہت فضل ہے یہ کہیں کہیں اکا دُکا ایسے واقعات نظر آتے ہیں۔غیروں میں تو بہت زیادہ ہیں۔لیکن یہ اکاّ دُکاّ واقعات بھی جو ہیں، میں ہمیشہ کہا کرتا ہوں، دل میں بے چینی پیدا کرنے والے ہوتے ہیں کہ یہ برائیاں کہیں بڑھ نہ جائیں۔پس ہر احمدی عورت یہ جہاد کرے کہ اس نے برائیوں کو بڑھنے نہیں دینا۔بلکہ نہ صرف بڑھنے نہیں دینا بلکہ نیکیوں میں آگے بڑھنے کی کوشش کرنی ہے اور ان برائیوں کو جڑ سے اکھیڑ پھینکنا ہے تا کہ کہیں بھی جماعت کے کسی بھی طبقے میں وہ نظر نہ آئیں۔

اور جب یہ عمل آپ کر رہی ہوں گی تو آپ میں سے ہر ایک اللہ کے رسولؐ کے وعدوں کے مطابق جنت کی وارث بن رہی ہوں گی۔ جنت میں جانے کی ضمانت حاصل کرنے والی ہوں گی۔اور نہ صرف خود جنت کی وارث بن رہی ہوں گی بلکہ اپنی نسلوں کو بھی جنت کی ضمانت دے رہی ہوں گی کیونکہ ان پاک گودوں میں پلنے والے بچے بھی نیکی اور پاکیزگی کے ماحول میں پرورش پاتے ہوئے آگے اپنی جنت پانے والے ہوں گے' آگے اپنی جنت بنانے والے ہوں گے اور یوں سلسلہ در سلسلہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسولؐ کی جنت میں جانے کی ضمانت حاصل کرتی چلی جائیں گی۔کیونکہ یہ نسلیں اس دعا سے فیض پانے والی اور وہ دعا کرنے والی نسلیں ہوں گی جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں سکھائی ہے فرمایا:

رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰهُ وَاَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ ۚ اِنِّیْ تُبْتُ اِلَیْكَ وَاِنِّیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ○

(الاحقاف:16)

اے میرے ربّ! مجھے توفیق عطا کر کہ میں تیری اس نعمت کا شکر یہ ادا کر سکوں جو تُو نے مجھ پر اور میرے والدین پر کی اور ایسے نیک اعمال بجا لاؤں جن سے تُو راضی ہو اور میرے لئے میری ذریّت کی بھی اصلاح کر دے۔یقیناً میں تیری ہی طرف رجوع کرتا ہوں اور بلا شبہ میں فرمانبرداروں میں سے ہوں۔

لیکن اپنے آپ کو اس دعا کا وارث بنانے کے لئے اور اپنی نسلوں کو بھی اس دعا کا فیض حاصل کرنے کے لئے کہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث ہوں اور

فرمانبرداروں میں شامل ہوں، دعاؤں کے ساتھ نیک اعمال بھی بجالانے ہوں گے جواللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والے ہوں۔ان دعاؤں کے ساتھ جب نیک عمل ہورہے ہوں گے تو یہ اگلی نسل کی اصلاح کا بھی باعث بن رہے ہوں گے۔اللہ تعالیٰ سب کو اس طرح زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

''دنیا سے اور اسکی زینت سے بہت دل مت لگاؤ۔قومی فخر مت کرو، کسی عورت سے ہنسی ٹھٹھا مت کرو۔خاوندوں سے وہ تقاضے نہ کرو کہ جو ان کی حیثیت سے باہر ہوں۔کوشش کرو کہ تم معصوم اور پاکدامن ہونے کی حالت میں قبروں میں داخل ہو۔خدا کے فرائض نماز، زکوٰۃ وغیرہ میں سستی مت کرو۔اپنے خاوندوں کی دل و جان سے مطیع رہو، بہت سا حصہ ان کی عزت کا تمہارے ہاتھ میں ہے۔سو تم اس ذمہ داری کو ایسی عمدگی سے ادا کرو کہ خدا کے نزدیک صٰلحٰت، قٰنتٰت میں گنی جاؤ، اسراف نہ کرو اور خاوندوں کے مالوں کو بے جا طور پر خرچ نہ کرو۔خیانت نہ کرو، چوری نہ کرو، گلہ نہ کرو، ایک عورت دوسری عورت کے مرد پر بہتان نہ لگائے۔''

پس یہ ہیں وہ توقعات جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک احمدی عورت سے رکھی ہیں۔اور یہ ہے وہ تعلیم جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک احمدی عورت کو دی ہے۔پس آپ میں ہر ایک جو یہاں بیٹھی ہیں یا دنیا کے کسی کونے میں بھی موجود ہیں ہر احمدی جو ہے اپنا جائزہ لے کہاں تک وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توقعات پر پورا اُتر رہا ہے؟ کہاں تک وہ اس عہد بیعت کو نباہ رہی ہیں جو آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کیا ہے؟

اللہ کرے کہ ہر احمدی عورت ان توقعات اور تعلیمات پر پورا اترنے والی ہو اللہ تعالیٰ ہر احمدی میں وہ روح پیدا کردے اور جن میں وہ روح ہے ان میں ہمیشہ قائم رکھے کہ وہ اسی بنیادی تعلیم پر عمل کرنے والی اور جس کی تجدید اور نئے سرے سے جاری آج حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کیا۔خدا کرے کہ آپ کی زینتیں اور آپ کے فخر دنیاوی ساز و سامان اور اولاد نہ ہو بلکہ خدا تعالیٰ کی رضا ہو۔اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا ہو، اللہ تعالیٰ کا پیار حاصل کرنا ہو، آپ کا اوڑھنا بچھونا، اٹھنا بیٹھنا صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہو۔آپ کا (خلافت احمدیہ کے ساتھ) تعلق کسی خاص وقت اور کسی خاص دور کے لئے نہ ہو آپ کا خلافت احمدیہ کے ساتھ تعلق اور پیار کا تعلق اور رشتہ عارضی نہ ہو۔بلکہ مستقل ہو، ہمیشہ رہنے والا ہو، اپنی نسلوں میں جاری کرنے والا ہو اور آپ کے خدا کی خاطر اس تعلق کی وجہ سے آپ کی گودوں میں پرورش پانے والی مائیں اور مستقبل کے باپ جماعت کو ہمیشہ ملتے رہیں۔جن کی گودوں اور تربیت سے وہ بچے پروان چڑھیں جو جماعت اور خلافتِ احمدیہ پر جان نچھاور کرنے والے ہوں۔آپ کی گودوں سے وہ بچے پل کر جوان ہوں جن کی زندگیوں کا مقصد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مشن کو آگے بڑھانا ہو اور حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا تمام دنیا پر گاڑنا ہو۔اور خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا ہو۔

اللہ کرے کہ ہم میں سے ہر ایک اس سوچ اور عمل کے ساتھ زندگی گزارنے والی ہو اور جب خدا کے حضور حاضر ہوں تو خدا کے پیار کی نظر ہم پر پڑے اور اللہ تعالیٰ ہمیں کہے کہ

اے میری بندیو اور اے میرے بندو! تمہارے عمل سے میں خوش ہوا تم پاک اور تربیت یافتہ نسل جو پیچھے چھوڑ آئے ہو اس سے میں خوش ہوا۔اب جاؤ جنت کے جس دروازے سے تم جنت میں داخل ہونا چاہتے ہو ہو جاؤ۔اور میری رضا کے پھل کھاؤ۔

خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔اے میرے خدا! رحم اور فضل کرنے والے خدا! یہ سب عمل جو تیری رضا حاصل کرنے والے ہیں تیرے فضل کے بغیر نہیں ہو سکتے۔پس تو ہمیشہ ہم پر اپنے فضل کی نظر رکھنا اور ہمیں ان راہوں پر چلانا جو تیری رضا کی راہیں ہوں۔اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق دے۔آمین۔

اے خدا ہمتم بدین افزائی
کمرِ من بہ بند و رہ بکشائے

اے خدا ترقی دین کیلئے میری ہمت کو بڑھا تو اس کے لئے میری کمر کو مضبوط کر اور میری راہنمائی فرما۔ (حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

کلام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق

ربط ہے جانِ محمدؐ سے میری جاں کو مدام
دل کو یہ جام لبالب ہے پلایا ہم نے

اس سے بہتر نظر آیا نہ کوئی عالَم میں
لاجَرم غیروں سے دل اپنا چھڑایا ہم نے

موردِ قہر ہوئے آنکھ میں اغیار کے ہم
جب سے عشق اس کا تہِ دل میں بٹھایا ہم نے

کافر و ملحد و دجّال ہمیں کہتے ہیں
نام کیا کیا غمِ ملّت میں رکھایا ہم نے

تیرے مُنہ کی ہی قسم میرے پیارے احمدؐ
تیری خاطر سے یہ سب بار اٹھایا ہم نے

تیری اُلفت سے ہے معمور مرا ہر ذرّہ
اپنے سینہ میں یہ اک شہر بسایا ہم نے

نُور دکھلا کے ترا سب کو کیا مُلزم و خوار
سب کا دل آتشِ سوزاں میں جلایا ہم نے

نقشِ ہستی تیری اُلفت سے مٹایا ہم نے
اپنا ہر ذرّہ تیری رہ میں اڑایا ہم نے

تیرا مے خانہ جو اک مَرجع عالم دیکھا
خُم کا خُم مُنہ سے بصد حِرص لگایا ہم نے

شانِ حق تیرے شمائل میں نظر آتی ہے
تیرے پانے سے ہی اُس ذات کو پایا ہم نے

چھو کے دامن تیرا ہر دام سے ملتی ہے نجات
لاجَرم در پہ تیرے سر کو جھکایا ہم نے

بخدا دل سے میرے مٹ گئے سب غیروں کے نقش
جب سے دل میں یہ تیرا نقش جمایا ہم نے

ہم ہوئے خیرِ اُمم تجھ سے ہی اے خیرِ رسلؐ
تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے

آدمی زاد تو کیا چیز فرشتے بھی تمام
مدح میں تیری وہ گاتے ہیں جو گایا ہم نے

سیرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عائلی زندگی کی روشنی میں

حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب امیر مقامی و ناظر اعلیٰ قادیان
(تقریر بر موقعہ جلسہ سالانہ 2004)

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِیْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ عَلَیْهَا مَلٰٓىٕكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا یَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمْ وَ یَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ○

(التحریم:7)

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّیّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْیُنٍ وَّ اجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا○

(الفرقان:75)

سامعین کرام! آج میں آپ کے سامنے سیرت سیدنا محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں ایک تربیتی موضوع پر کچھ بیان کرنے کے لئے حاضر ہوا ہوں وقت کی رعایت سے میں یہ بتاؤں گا کہ عائلی اصلاح کے ذریعہ ہی ہم معاشرہ کی اصلاح کر سکتے ہیں۔ابھی جو دو آیات آپ نے ساعت فرمائیں ان کا ترجمہ کچھ اس طرح ہے۔

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔اے ہمارے رب ہمیں اپنے جیون ساتھیوں اور اپنی اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا کر اور ہمیں متقیوں کا امام بنادے۔

حاضرین کرام! عصر حاضر کا انسان اپنے آپ کو ترقی یافتہ تہذیب یافتہ انسان خیال کرتا ہے۔اس کا یہ دعویٰ ہے کہ سائنس، صنعت و تجارت اور ایجادات میں جتنی ترقی اس نے کی ہے، تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔اس میں کچھ شک نہیں کہ مادی اعتبار سے موجودہ دور کے انسان نے ہر میدان میں خوب ترقی کی ہے۔مگر اس کا سب سے تاریک اور افسوسناک اور قابل فکر پہلو یہ ہے کہ وہ بڑی تیزی اور دلیری کے ساتھ گناہوں، معاصی اور پاپوں میں آگے ہی آگے بڑھتا چلا جارہا ہے۔تقریباً تمام مذاہب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔اور اسے انبیا اور رسولوں کے ذریعہ یہ بھی سمجھایا ہے کہ الٰہی قوانین کے مطابق ہی اس دنیا میں وہ اپنی زندگی گزارنے سے ہی اپنے ربّ کی رضا حاصل کرسکتا ہے۔مگر آج انسانوں کی اکثریت اپنے ربّ سے دور ہوتی چلی جارہی ہے۔وہ تمام مذاہب میں موجود پاک زندگی گزارنے کے اصول و قوانین کی پرواہ نہیں کررہی۔بلکہ مستزاد یہ کہ وہ ان قوانین کو بیہودہ فرسودہ سمجھنے لگی ہے۔جس کا نتیجہ یہ نکل رہا ہے کہ ان کی فیملی لائف یا عائلی زندگی تباہ ہوکر رہ گئی۔گھروں کا سکون برباد ہوگیا۔مغربی ممالک جو اپنے آپ کو سب سے زیادہ ترقی یافتہ خیال کرتے ہیں ان کے اخبارات پڑھ لیں ان کی گھریلو زندگی کا جائزہ لے لیں تو ان کی اکثریت کی فیملی لائف یا عائلی زندگی جہنم کے نمونہ کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔خاوند کو بیوی پر اعتبار نہیں، تو بیوی خاوند پر طرح طرح کے الزام و اتہام لگاتی ہے۔روزانہ ایسے گھروں میں مار پیٹ اور پولیس کی مداخلت ہوتی رہتی ہے۔بیٹی کی عزت باپ کے گھر میں محفوظ نہیں۔بہن اپنے بھائی سے خوف کھاتی ہے۔جنسی بے راہ روی کی زیادتی کے نتیجہ میں ایڈز (AIDS) کی لاعلاج بیماری بڑی تیزی کے ساتھ دنیا میں پھیلتی چلی جارہی ہے۔ڈرگز (Drugs) اور دیگر منشیات کے استعمال نے نہ جانے کتنے گھروں کو ویران کردیا ہے۔اور ابھی یہ سلسلہ جاری ہے۔میرے نزدیک آج دنیا کے انسانوں کی زندگیوں کو ایٹم بم سے اتنا خطرہ نہیں جتنا ڈرگز اور منشیات اور نشہ آور مواد کے بڑھتے استعمال سے ہے۔اگر ہم اس خطرناک استعمال اور رجحان کو روکنے میں کامیاب نہ ہوئے تو اس دنیا کی ایک بڑی آبادی کو تباہ ہونے میں دیر نہ لگے گی۔آپس میں لڑنے جھگڑنے والے والدین یا دونوں میں سے کسی ایک کے نشہ استعمال کرنے والے والدین کے گھرانوں میں سب سے زیادہ بربادی بچوں کی ہوتی ہے۔جب بچے ایسے گمراہ ماں باپ کے گھروں میں پرورش پاتے ہیں تو انہیں بھی غلط راستہ اختیار کرنے میں دیر نہیں لگتی۔جو اخلاقی بیماریاں انہیں اپنے گھروں سے لگتی ہیں اسے وہ اپنے سکول محلے اور ساتھیوں میں پھیلا دیتے ہیں۔

یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہے کہ سیدنا حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق حضرت امام مہدی علیہ السلام پر ایمان لاکر دنیا بھر کے احمدی گھرانوں کی

اکثریت مذکورہ بالا اخلاقی کمزوریوں سے محفوظ ہے۔ مگر بعض اوقات یہ خطرہ بھی لاحق رہتا ہے کہ نئی نسل کے کچھ کمزور بچے اور ان کے والدین مذکورہ بالا کمزوریوں سے متاثر نہ ہو جائیں لہٰذا آج کی تقریر میں، میں آپ کے سامنے سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی تعلیمات اور سیرت میں سے کچھ باتیں بیان کروں گا۔ جو عائلی زندگی اور معاشرہ کی مزید اصلاح اور دینی روحانی ترقی کے لئے ممد و معاون ثابت ہوں گی۔ کیونکہ فرمان الٰہی ہے کہ

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

(الاحزاب:22)

یعنی تمہارے لئے اللہ کے رسول میں ایک اعلیٰ نمونہ ہے۔

وہ ہر زماں اور مکاں کے لئے نمونہ بنائے گئے ہیں۔ اس بارہ میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

”خداوند تعالیٰ مسلمانوں کو حکم کرتا ہے کہ وہ آنحضرتؐ کے نمونہ پر چلیں اور آپ کے ہر قول و فعل کی پیروی کریں چنانچہ فرماتا ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

پھر فرماتا ہے

اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ

اگر آنحضرتؐ کے اقوال اور افعال عیب سے خالی نہ تھے تو کیوں ہم پر واجب کیا کہ ہم آپ کے نمونہ پر چلیں اس سے معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ کے اقوال و افعال غلطی سے پاک تھے۔

(تفسیر سورہ آل عمران)

اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ کہہ کر آنحضرت ﷺ نے ہر ایک طبقہ کے انسان کو مخاطب کیا ہے کہ ہر ایک قسم کا سبق مجھ سے لو۔ اور ظاہر ہے کہ جب تک ایک اسوہ سامنے نہ ہو انسان عمل درآمد سے قاصر رہتا ہے۔ ہر ایک قسم کے کمال کے حصول کے لئے نمونہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ انسانی طبائع اس قسم کی واقع ہوئی ہیں کہ وہ صرف قول سے متاثر نہیں ہوتیں جب تک اس کے ساتھ فعل نہ ہو، اگر صرف قول ہو تو صدہا اعتراض لوگ کرتے ہیں۔ دین کی باتوں کو سن کر کہا کرتے تھے کہ یہ سب باتیں کہنے کی ہیں کون ان کو بجا لا سکتا ہے۔ یوں ہی بنا چھوڑی ہیں اور ان اعتراضوں کا رد نہیں ہو سکتا جب تک ایک انسان عمل کر کے دکھانے والا نہ ہو“۔

(تفسیر سورہ آل عمران)

”یہ خصوصیت آنحضرتؐ ہی کو حاصل ہے اور یہ آپ کی حیات کی ایسی زبردست دلیل ہے کہ کوئی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا اس طرح پر آپ کے برکات و فیوض کا سلسلہ لا انتہاء اور غیر منقطع ہے۔ اور ہر زمانہ میں گویا امت آپ کا ہی فیض پاتی ہے۔ اور آپ ہی سے تعلیم حاصل کرتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی محبّ بنتی ہے۔“

(تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

عائلی زندگی اور معاشرہ کی اصلاح کے لئے ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے، جیسا کہ فرمایا

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ○

(الذّٰریٰت:57)

اور میں نے جن و انس کو پیدا نہیں کیا مگر اس غرض سے کہ وہ میرے عبادت کریں۔

پھر اسی عبادت کے ذریعہ ہمیں تسکین قلب حاصل ہوتی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ تَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ط اَ لَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ○ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰى لَهُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ ○ كَذٰلِكَ اَرْسَلْنٰكَ فِيْٓ اُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَآ اُمَمٌ لِّتَتْلُوَاۡ عَلَيْهِمُ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَهُمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ ط قُلْ هُوَ رَبِّيْ

لَآ اِلٰــــهَ اِلَّا هُوَ ج عَــلَيْــهِ تَـوَكَّـلْـتُ وَاِلَيْــهِ مَتَابِ○

(الرعد:29-31)

جو ایمان لائے ہوں ان کے دل اللہ کی یاد سے اطمینان پاتے ہوں پس سمجھ لو کہ اللہ کی یاد ہی سے دل اطمینان پاتے ہیں۔اور عبادت کا بہترین اور بنیادی طریق نماز ہے۔اور اسی نماز کے بارے میں فرمان الٰہی ہے

وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ ط اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ط...

(العنکبوت:46)

نماز کو ادا کر یقیناً نماز سب بُری باتوں اور ناپسندیدہ باتوں سے روکتی ہے۔

ہمیں اپنے افراد خانہ کو نماز کا عادی بنانا چاہیئے۔اور اس کوشش کو ہمیشہ جاری رکھنا چاہیئے۔اس سلسلہ میں فرمان الٰہی ہے۔

وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ط

(طٰہٰ:133)

اور تو اپنے اہل کو نماز کی تاکید کرتا رہ اور تو خود بھی نماز پر قائم رہ۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحمت فرمائے جس نے خود رات میں اٹھ کر نماز ادا کی اور اپنی بیوی کو نماز کے لئے اٹھایا، اور اگر وہ اٹھنے کے لئے تیار نہ ہوئی تو اس کے منہ پر پانی کے چھینٹے مار کر اٹھایا۔اور اللہ تعالیٰ اس خاتون پر رحمت فرمائے جو خود رات کو اٹھ کر نماز پڑھتی ہے اور اپنے شوہر کو بھی نماز کے لئے اٹھایا۔اور اگر وہ اٹھنے کے لئے تیار نہ ہوا تو اس کے چہرے پر پانی کے چھینٹے مارے۔

(مشکوٰۃ باب تحریض علیٰ قیام الیل)

اگر ہم اس حدیث پر گہرائی سے نظر ڈالیں تو ہم اس نتیجہ پر بآسانی پہنچ جائیں گے کہ نبی کریم ﷺ نے عائلی زندگی کی اصلاح کے لئے یہ نصیحت فرمائی کہ خاوند کو بیوی اور بیوی کو خاوند کے لئے یہ فکر اور کوشش کرنی چاہیئے کہ وہ عبادت کے ذریعہ اللہ کا قرب حاصل کرے۔اور اس کی رحمت کا وارث بن جائے۔پانی کے چھینٹے ڈالنا تو بیدار کرنے کا ایک ذریعہ اور وسیلہ ہے۔ضروری نہیں کہ صرف یہی طریق اختیار کیا جائے۔بلکہ جو بھی طریق اس مقصد کے حصول کے لئے مناسب ہو اسے اپنانا چاہیئے۔

معاشرے میں بہت سی برائیاں اور خرابیاں اس وجہ سے پروان چڑھ رہی ہوتی ہیں کہ بعض لوگ ناجائز مال کھانے میں کوئی حرج اور عیب نہیں سمجھتے۔اور جب یہ رجحان بڑھتا ہے تو پھر حلال و حرام کی تمیز بھی باقی نہیں رہتی۔آج ہمارے ملک اور بعض دوسرے ممالک میں بھی کرپشن، رشوت خوری، حرام خوری اپنے عروج کو پہنچی ہوئی ہے۔شاید ہی کوئی ادارہ ایسا ہوگا جو رشوت خوری اور اموال غبن کرنے سے محفوظ رہا ہو۔

اگر ہم نے اپنے معاشرے کو کرپشن اور ناجائز اموال کے غبن سے بچانا ہے تو ہمیں بچپن سے ہی اپنے بچوں کو یہ سکھانا ہوگا کہ سیدنا حضرت محمد ﷺ کے اسوہ کے مطابق زندگی گزارنے والوں کے لئے ان اموال و اشیاء کا استعمال حرام ہے۔ ہمارے آقا بھوکے رہے بعض اوقات پیٹ پر پتھر باندھنے کی نوبت آگئی مگر کسی ناجائز کی تمنا تو درکنار صدقات میں سے کچھ لینا بھی گوارا نہ فرمایا۔بلکہ اپنے بچوں کو بھی اس سے باز رکھا۔

حضرت ابوہریرہؓ بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے صدقہ کی ایک کھجور منہ میں ڈال لی تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے کہا اس کو جلدی سے تھوک دو (متفق علیہ) اس حدیث کے بہت سے مفہوم ہیں، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ نے اپنے نواسے کو بچپن میں یہ سکھایا کہ وہ چیز جو تمہاری نہیں ہے (خواہ کتنی ہی معمولی ہو) اپنی ذات کے لئے ہرگز استعمال نہ کرو۔ایک اور روایت میں آیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اس سلسلہ میں سوئی کے ناکے کے برابر یا کم چیز کو چھپائے تو یہ ایسی خیانت ہے جس کا قیامت میں مؤاخذہ ہوگا۔

(مشکوٰۃ کتاب الزکوٰۃ)

ہمارے مشرقی معاشرے میں یہ بات دیکھنے میں آتی ہے کہ نسبتاً آسودہ حال گھرانے، اپنے گھروں میں نوکر یا ملازم رکھ لیتے ہیں۔اور اپنے بچوں سے گھریلو کام نہیں کرواتے۔جس کا نتیجہ یہی ہوتا ہے کہ بچوں میں سستی، کاہلی اور ایک جھوٹی رعونت پیدا ہو جاتی ہے۔اور وہ محنت کے عادی نہیں ہوتے۔اور جب وہ بڑے ہوتے ہیں تو ہاتھ سے کام کرنے کو عیب خیال کرتے ہیں۔معمولی سے کام

کے لئے بھی نوکر تلاش کرتے ہیں۔ یہ نکما پن انکی زندگی کو تباہ کر دیتا ہے۔اور جب اس طرح کے کئی نکمے جمع ہو جائیں تو معاشرہ کی خرابی کا موجب بنتے ہیں۔

سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے اپنے اسوہ اور نمونے سے ہمیں یہ سکھایا کہ بچوں کو ہاتھ سے کام کرنے کا عادی بنانا چاہیئے۔اس ضمن میں آپ کی سیرت پاک سے ایک واقعہ بیان کرتا ہوں۔

ایک دفعہ آپؐ کی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنھا اپنے والد کے گھر تشریف لائیں لیکن حضورؐ سے ملاقات نہ ہوئی۔ حضرت فاطمہؓ نے حضرت عائشہؓ کو اپنے ہاتھ دکھائے جو چکی پیسنے کی وجہ سے زخمی ہو گئے تھے۔اور یہ کہا کہ حضورؐ کو پیغام دینا کہ مجھے بھی کوئی غلام یا لونڈی چکی پیسنے کے لئے میری مدد کے لئے دے دیں یہ کہہ کر حضرت فاطمہؓ اپنے گھر واپس چلی گئیں۔ جب حضورؐ گھر تشریف لائے تو حضرت عائشہؓ نے حضرت فاطمہؓ کا پیغام پہنچایا۔آپ پیغام سنتے ہی حضرت فاطمہؓ اور حضرت علیؓ کے گھر پہنچے۔اوران کے درمیان بیٹھ گئے۔اور بڑی محبت سے نصیحت فرمانے لگے۔اے فاطمہ میں تمہیں ایسی بات نہ سکھاؤں جو غلام سے بہتر ہے۔وہ یہ کہ ہر نماز کے بعد اور رات کو سونے سے قبل 33 مرتبہ سبحان اللہ 33 مرتبہ الحمدللہ اور 34 مرتبہ اللہ اکبر پڑھ لیا کرو۔

سامعین کرام!!اس موقعہ پر اگر کوئی اور باپ ہوتا تو بیٹی کے ہاتھوں کے زخم دیکھ کر فوراً غلام دے دیتا۔مگر آپؐ نے اپنی پیاری بیٹی کے مطالبہ کو باوجود استطاعت کے پورا نہ فرمایا۔ بلکہ اپنا کام اپنے ہاتھ سے خود ہی کرنے کی ترغیب دلائی۔اور پھر اپنے رب کی تسبیح وتحمید اور تکبیر بیان کرتے رہنے کی تلقین فرمائی۔

یہ ہے ہمارے پیارے آقا محمد مصطفیٰ ﷺ کا تربیت کرنے کا طریقہ اور اصول،آج ضرورت ہے کہ ہم اسے اپنائیں اور اس پر عمل کریں اور اپنی اولادوں کو ہر دو جہان میں سرخرو کریں۔

اپنا کام خود کرنے کے جذبہ کو قائم کرنے کی خاطر ہی سیدنا حضرت المصلح الموعود رضی اللہ عنہ نے وقارِ عمل کا نظام جاری فرمایا تھا۔اور خود وقارِ عمل کر کے جماعت کو اپنا کام خود کرنے کی تحریک فرمائی تھی۔

آج کل دنیا کے اکثر ملکوں اور معاشروں میں ایک اور برائی ہے جو خطرناک صورت اختیار کرتی چلی جارہی ہے۔وہ ہے ’’انصاف کا فقدان‘‘ اگر کوئی انسان کسی جرم کا ارتکاب کرتا ہے تو اسے سفارش یا رشوت دے کر بچانے کی کوششیں کی جاتی ہیں۔ جس کی وجہ سے مجرم، جرم میں آگے ہی آگے بڑھتا چلا جاتا ہے۔اور اس کا رجحان بھی گھر سے شروع ہوتا ہے۔اور اس کو روکنے کے لئے سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کی سیرت میں سے ایک واقعہ آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

آنحضرت ﷺ کے زمانے میں قبیلہ قریش کی ایک عورت نے چوری کی۔ اسلامی قوانین کے مطابق چوری کرنے والی کے ہاتھ کاٹے جانے تھے۔ قبیلے کے لوگوں نے سوچا کہ اگر ہمارے قبیلے کی عورت کے ہاتھ کاٹے گئے تو معاشرہ اور برادری میں ہماری بہت بدنامی ہوگی۔لوگوں نے کہا کہ اس بارے میں کون رسول اللہ ﷺ سے بات کرے، بعض لوگوں نے کہا کہ حضرت اسامہ بن زیدؓ کے سوا کوئی ایسی جرأت نہیں کرسکتا، کیونکہ وہ رسول اللہ ﷺ کے چہیتے ہیں۔پس حضرت اسامہؓ نے حضورؐ سے بات کی۔اس پر حضورؐ نے خطبہ ارشاد فرمایا کہ تم سے پہلے لوگ اسی لئے ہلاک کئے گئے کہ جب کوئی معزز چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور جب کوئی کمزور چوری کرتا تو اس کا ہاتھ کاٹ دیتے۔

واللہ لو ان فاطمة بنت محمد سرقت لقطعت یدھا

خدا کی قسم اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرے تو میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ دوں گا

اللہ اللہ اصلاح معاشرہ کا کیا سنہری اصول بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے احکام سب انسانوں کے لئے ہیں۔ ہر امیر وغریب کو اس کے مطابق عمل کرنا ہے۔

اگر آنحضرت ﷺ کا یہ نمونہ دنیا والے آج بھی اپنا لیں تو اس دنیا کو جنت بنتے دیر نہیں لگے گی۔

آج دنیا میں موجود بدامنی اور بے چینی اور بد اخلاقی کی ایک بڑی وجہ بڑھتی ہوئی جھوٹ کی عادت ہے۔زندگی کے ہر شعبہ میں جھوٹ کے استعمال کی بیماری اتنی تیزی سے پھیلتی جارہی ہے جیسے انسانی جسم میں کینسر، اور افسوس تو یہ ہے کہ ’’جھوٹ‘‘ کو برائی سمجھا ہی نہیں جارہا۔قرآن مجید نے ہمیں نہ صرف جھوٹ بولنے سے منع کیا ہے بلکہ فرمایا:

قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا.

(الاحزاب:71)

یعنی وہ بات کہو جو پیچ دار نہ ہو، بلکہ سچی ہو اس کا نتیجہ یہ نکلے گا

یُصْلِحْ لَکُمْ اَعْمَالَکُمْ

(الاحزاب:72)

اگرتم ایسا کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کی اصلاح کردے گا۔

اگر آج ہر گھر سے اور ہر معاشرہ سے جھوٹ بولنے، اور جھوٹ کے استعمال کی برائی کو ختم کردیا جائے گا تو دنیا کا ہر معاشرہ جنتی معاشرہ بن جائے گا۔ اور دنیا سے تمام برائیوں کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اس تعلق سے سیرت پاک سیدنا حضرت محمد ﷺ سے ایک واقعہ بیان کرتا ہوں۔

ایک دفعہ ایک شخص دربار نبویؐ میں حاضر ہوا اور کہنے لگا میں اسلام قبول کرنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ اس نے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھا اور بیعت کرکے اسلام میں داخل ہوگیا۔ پھر حضورؐ کی خدمت میں عرض کرنے لگا، اے میرے آقا! معاشرے کی کوئی برائی ایسی نہیں جو مجھ میں نہ پائی جاتی ہو۔ چوری میں کرتا ہوں، شراب میں پیتا ہوں، غرض کوئی برائی نہیں جو مجھ میں نہ پائی جاتی ہو اور مشکل یہ ہے کہ میں ان برائیوں کو چھوڑنا چاہتا ہوں، مگر یہ مجھ سے چھوٹتی نہیں۔ ہمارے آقا ﷺ نے اس کی باتوں کو بڑی توجہ سے سنا۔ پھر فرمایا کیا تو مجھ سے یہ عہد کرتا ہے کہ آئندہ کبھی جھوٹ نہیں بولے گا؟ اس نے کہا: اے اللہ کے رسولؐ! میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں آئندہ کبھی جھوٹ نہیں بولوں گا۔ وہ آدمی حضورؐ کی مجلس سے واپس لوٹ رہا تھا اور دل میں کہہ رہا تھا

ما اھون ما طلب منی ھذا النبی الکریم.

اس نبی کریم ﷺ نے مجھ سے کتنا آسان مطالبہ کیا ہے۔ اب جب رات آئی اور خیال ہوا کہ کسی کے گھر چوری کی جائے، چوری کا خیال آتے ہی اس نے سوچا اگر میں نے چوری کی اور کل میں حضورؐ کی مجلس میں گیا اور حضورؐ نے مجھ سے دریافت کیا کہ کیا میں نے رات کو چوری کی تھی؟ تو اگر میں نے ہاں کہا تو اسلامی قوانین کے مطابق میرا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔ اور اس طرح میری بدنامی ہوگی۔ اور جھوٹ میں بول نہیں سکتا بہتر یہی ہے کہ چوری نہ کی جائے۔ پھر جب کسی برائی کے ارتکاب کا خیال اس کے دل میں آتا تو وہ سوچتا کہ حضورؐ نے پوچھا تو کیا جواب دوں گا؟ آخر اس نے فیصلہ کیا کہ اب میں کوئی برائی نہیں کیا کروں گا۔ روایت میں آتا ہے کہ

صار من خیار الناس

کہ وہ بہترین اور صالحین میں سے ہوگیا۔

سامعین! سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا بتایا ہوا یہ اصول آج بھی ہماری، ہمارے بچوں اور معاشرے کی اصلاح کرسکتا ہے۔ بشرطیکہ ہم اپنے بچوں کو سچ بولنے کا عادی بنانے میں کامیاب ہو جائیں۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ضمناً جھوٹ سے متعلق ایک اور واقعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت سے بھی پیش کردیا جائے۔ جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ عصر حاضر میں بھی سچ پر قائم رہا جاسکتا ہے۔ اور اس سلسلے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نمونہ قابل تقلید ہے۔ 1877 کی بات ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ''رلیارام'' نامی ایک شخص کے پریس میں ایک پیکٹ بھیجا جس میں ایک کتاب کا مسودہ تھا۔ اور وہ غیر مطبوعہ مواد تھا۔ حضورؑ نے اس میں ہاتھ سے تحریر کردہ ایک خط بھی ڈال دیا۔ حضورؑ کو یہ علم نہیں تھا کہ یہ قانوناً جرم ہے۔ اور اس کی سزا قوانین ڈاکخانہ کی رُو سے پانچ سو روپیہ جرمانہ یا چھ ماہ تک قید ہے۔ چنانچہ ''رلیارام'' نے مخبر بن کر افسران ڈاک سے مل کر حضورؑ کے خلاف مقدمہ دائر کروادیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس مقدمہ کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

''غرض میں اس جرم میں صدر ضلع گورداسپور میں طلب کیا گیا۔ اور جن جن وکلاء سے مقدمہ کے لئے مشورہ طلب کیا گیا انہوں نے یہی مشورہ دیا کہ بجز دروغ گوئی کے اور کوئی راہ نہیں اور یہ صلاح دی کہ اس طرح اظہار دے دو کہ ہم نے پیکٹ میں خط نہیں ڈالا۔ رلیارام نے خود ڈال دیا ہوگا۔ اور نیز بطور تسلی دہی کے کہا کہ ایسا بیان کرنے سے شہادت پر فیصلہ ہو جائے گا۔ اور دو چار جھوٹے گواہ دے کر بریت ہو جائے گی۔ ورنہ صورت مقدمہ سخت مشکل ہے۔ اور کوئی طریق رہائی نہیں۔ مگر میں نے ان سب کو جواب دیا کہ میں کسی حالت میں راستی کو چھوڑنا نہیں چاہتا۔ جو ہوگا سو ہوگا۔ تب اسی دن یا دوسرے دن مجھے ایک انگریز کی عدالت میں پیش کیا گیا۔ اور میرے مقابل پر ڈاکخانہ جات کا افسر بحیثیت سرکاری مدعی کے حاضر ہوا۔ اس وقت حاکم عدالت نے اپنے ہاتھ سے میرا اظہار لکھا اور سب سے پہلے مجھ سے یہی سوال کیا کہ کیا یہ خط تم نے اس پیکٹ میں رکھ دیا تھا اور یہ خط اور یہ پیکٹ تمہارا ہے؟ تب میں نے بلاتوقف جواب دیا کہ یہ میرا ہی خط اور میرا ہی پیکٹ ہے۔ اور

میں نے گورنمنٹ کی نقصان رسانی محصول کے لئے بدنیتی سے یہ کام نہیں کیا بلکہ میں نے اس خط کو اس مضمون سے کچھ علیحدہ نہیں سمجھا اور نہ اس میں کوئی نج کی بات تھی۔ اس بات کو سنتے ہی خدا تعالیٰ نے اس انگریز کے دل کو میری طرف پھیر دیا۔ اور میرے مقابل پر افسر ڈاکخانہ جات نے بہت شور مچایا اور لمبی لمبی تقریریں انگریزی میں کیں جن کو میں نہیں سمجھتا تھا۔ مگر اس قدر میں سمجھتا تھا کہ ہر ایک تقریر کے بعد زبان انگریزی میں وہ حاکم نو، نو (No,No) کر کے اس کی سب باتوں کو رد کر دیتا تھا۔ آخر میں حاکم نے مجھ کو کہا کہ اچھا، آپ کو رخصت! یہ سن کر میں عدالت کے کمرہ سے باہر ہوا۔ اور اپنے محسن حقیقی کا شکر بجالایا۔ جس نے ایک انگریز افسر کے مقابل مجھ کو فتح بخشی۔ اور میں خوب جانتا ہوں کہ اسی وقت صدق کی برکت سے خدا تعالیٰ نے اس بلا سے مجھ کو نجات دی۔

(آئینہ کمالاتِ اسلام صفحہ297)

اب میں چند اور واقعات سیرت آنحضرت ﷺ سے آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں جو کہ اصلاح معاشرہ اور خاص طور پر بچوں کی تربیت کے سلسلے میں ممد و معاون ثابت ہوں گے۔

ایک صحابیؓ بیان کرتے ہیں کہ میں بچپن میں انصار کے نخلستان میں چلا جاتا۔ اور ڈھیلوں سے مار کر کھجوریں گراتا۔ لوگ مجھ کو حضورؐ کی خدمت میں لے گئے۔ میں بہت ڈرا ہوا تھا۔ حضورؐ نے مجھ سے پوچھا ڈھیلے کیوں مارتے ہو؟ میں نے کہا کھجوریں کھانے کے لئے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ جو کھجوریں زمین پر ٹپکتی ہیں انہیں مالک سے پوچھ کر کھالیا کرو۔ ڈھیلے نہ مارا کرو۔ یہ کہہ کر میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور دعا دی۔

ایک دفعہ ایک نہایت غریب عورت حضرت عائشہؓ کے پاس آئی۔ دو چھوٹی چھوٹی لڑکیاں بھی ساتھ تھیں۔ اس وقت حضرت عائشہؓ کے پاس کچھ نہ تھا۔ ایک کھجور زمین پر پڑی ہوئی تھی۔ وہی اٹھا کر دے دی۔ عورت نے کھجور کے دو ٹکڑے کئے۔ اور دونوں میں برابر تقسیم کر دیئے۔ آنحضرت ﷺ باہر سے تشریف لائے تو حضرت عائشہؓ نے یہ واقعہ سنایا۔ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اللہ تعالیٰ جس کے دل میں اولاد کی محبت ڈالے اور وہ ان کا حق بجالائے وہ دوزخ سے محفوظ رہے گا۔''

حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ فرماتے تھے کہ میں نماز شروع کرتا ہوں اور ارادہ کرتا ہوں کہ دیر میں ختم کروں کہ دفعۃً نماز میں کسی بچہ کے رونے کی آواز آتی ہے اور مختصر کر دیتا ہوں کہ اس کی ماں کو تکلیف ہوتی ہوگی۔

آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں جب کوئی نیا پھل پیش ہوتا تو حاضرین میں جو سب سے زیادہ کم عمر بچہ ہوتا اس کو عنایت فرماتے۔ بچوں کو چومتے اور ان کو پیار کرتے تھے۔ ایک دفعہ آپ اسی طرح بچوں کو پیار کر رہے تھے کہ ایک بدوی آیا اس نے کہا کہ تم لوگ بچوں کو پیار کرتے ہو میرے دس بچے ہیں مگر اب تک میں نے کسی کو پیار نہیں کیا۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اگر تمہارے دل سے محبت چھین لے تو میں کیا کروں؟

حضرت جابر بن سمرۃؓ ایک صحابی تھے۔ وہ اپنے بچپن کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے آنحضرت ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی نماز سے فارغ ہو کر آپ اپنے گھر کی طرف چلے۔ میں بھی ساتھ ہولیا، کہ ادھر سے چند اور لڑکے نکل آئے۔ آپ نے سب کو پیار کیا اور مجھے بھی پیار کیا۔ سامعین کرام! آج اگر ہم نے اپنے گھروں کی، اپنے معاشرہ کی اور اپنی دنیا کی اصلاح کرنی ہے تو ہمیں سیدنا حضرت محمد ﷺ کی سیرت اور اسوہ کو دل و جان سے اپنانا ہوگا۔ ان کی پیروی کے بغیر ''کل جگ'' کے ظلماتی پردے چاک نہیں ہوں گے۔

چنانچہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''اب آسمان کے نیچے فقط ایک ہی نبی اور ایک ہی کتاب ہے یعنی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ جو اعلیٰ و افضل سب نبیوں سے اور اتم و اکمل سب رسولوں سے اور خاتم الانبیاء اور خیر الناس ہیں جن کی پیروی سے خدائے تعالیٰ ملتا ہے اور ظلماتی پردے اٹھتے ہیں اور اسی جہان میں سچی نجات کے آثار نمایاں ہوتے ہیں۔ اور قرآن شریف جو سچی اور کامل ہدایتوں اور تاثیروں پر مشتمل ہے جس کے ذریعہ سے حقانی علوم اور معارف حاصل ہوتے ہیں اور بشری آلودگیوں سے دل پاک ہوتا ہے۔ اور انسان جہل اور غفلت اور شہادت کے حجابوں سے نجات پا کر حق الیقین کے مقام تک پہنچ جاتا ہے''

(براہین احمدیہ صفحہ535)

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اسوہ نبویؐ کے مطابق اپنی اصلاح نفس اور اصلاح معاشرہ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

محمدؐ عربی کی ہو آل میں برکت

کلام سیدنا حضرت مصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانیؓ

محمدؐ عربی کی ہو آل میں برکت
ہو اس کے حسن میں برکت جمال میں برکت

ہو اس کی قدر میں برکت کمال میں برکت
ہو اس کی شان میں برکت جلال میں برکت

حلال کھا کہ ہے رزقِ حلال میں برکت
زکوٰۃ دے کہ بڑھے تیرے مال میں برکت

ملے گی سالکِ رہ! تجھ کو حال میں برکت
کبھی بھی ہوگی میسّر نہ قال میں برکت

جہاں پہ کل تھے وہیں آج تم نہ رُک رہنا
قدم بڑھاؤ کہ ہے انتقال میں برکت

لگائیو نہ درختِ شکوک دل میں کبھی
نہ اس کے پھل میں ہے برکت نہ ڈال میں برکت

یقین سی نہیں نعمت کوئی زمانے میں
نہ شک میں خیر ہے نَے احتمال میں برکت

جو چاہے خیر تو کر استخارۂ مسنون
عبث تلاش نہ کر تیروفال میں برکت

ہر ایک کام کو تو سوچ کر بچار کے کر
ہمیشہ پائے گا اس دیکھ بھال میں برکت

خُدا کی راہ میں دے جس قدر بھی ممکن ہو
کہ اس کے فضل سے ہو تیرے مال میں برکت

ہے عیش وعشرتِ دُنیا تو ایک فانی شَے
خدا کرے کہ ہو تیرے مال میں برکت

قلوبِ صافیہ ہوتے ہیں مہبطِ انوار
کبھی بھی دیکھی ہے رنج وملال میں برکت

نہ چُپ رہو کہ خموشی دلیلِ نخوت ہے
دعائیں مانگو کہ ہے عرضِ حال میں برکت

گنہ کے بعد ہے توبہ سے بابِ رحمت وا
خطا کے بعد ملے اِنفعال میں برکت

رہِ سداد نہ تفریط ہے نہ ہے افراط
خُدا نے رکھی ہے بس اعتدال میں برکت

اُسی کے دم سے فقط ہے بقائے موجودات
خُدا نے رکھی ہے وہ اتّصال میں برکت

ہو ماند چودھویں کا چاند بھی مقابل پر
خدا وہ بخشے ہمارے ہلال میں برکت

روئیں روئیں میں سما جائے عشقِ خالقِ حُسن
ظہور جس سے کرے بال بال میں برکت

چڑھے تو نام نہ لے ڈوبنے کا پھر وہ کبھی
کچھ ایسی ہو میرے یوم الوصال میں برکت

حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام کا عالی مقام و مرتبہ

(ایک حقیقی اور حقیقت افروز جائزہ)

امروز قومِ من نہ شناسد مقامِ من
روزے بگریہ یاد کند وقتِ خوشترم

مولانا ہادی علی چوہدری۔ پروفیسر جامعہ احمدیہ کینیڈا

عام طور پر ہوتا یہ ہے کہ کسی پیشوا کے مقام اور مرتبہ کے تعیّن کے لئے اس کے متبعین زمین و آسمان کے قلابے ملا دیتے ہیں۔ خصوصاً روحانی پیشواؤں کو بسا اوقات بیحد بلند اور غیر معمولی اونچا مقام دے دیا جاتا ہے حالانکہ وہ پیشوا نہ تو اس مقام کے سزاوار ہوتے ہیں اور نہ ہی وہ اس مقام پر فائز ہوتے ہیں۔ اسی طرح بعض دفعہ اپنی لاعلمی میں ان کا مقام ایسا بیان کیا جاتا ہے جو درحقیقت ان کے حقیقی مقام سے کم تر اور ادنیٰ ہوتا ہے۔ بعینہٖ دشمنوں کا رویّہ بھی ایسا ہوتا ہے کہ وہ ان کے مقام و مرتبہ کو اس قدر حقیر کر کے پیش کرتے ہیں کہ اس سے خدا تعالیٰ کی نافرمانی اور ناشکر گزاری لازم آتی ہے۔ مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عیسائیوں نے خدا اور خدا تعالیٰ کا بیٹا بنا دیا تو یہود نے ایک طرف حضرت داؤد، حضرت سلیمان اور حضرت یحیٰ علیہم السلام کو سرے سے نبی ماننے سے ہی انکار کر دیا اور دوسری طرف انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس قدر حقیر کرنے کی کوشش کی کہ صلیب دے کر لعنتی ثابت کرنے کا اقدام کیا۔ حضرت علی اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما کے مقام کے بیان میں بھی غیر معمولی غلوّ اور اطراء کا نظارہ بھی ہمارے سامنے ہے۔ علیٰ ھٰذا القیاس تاریخِ مذاہب انبیاء علیہم السلام اور دیگر روحانی پیشواؤں کے مقام اور مرتبہ میں غلوّ اور افراط و تفریط کے کئی نظارے ہمارے سامنے پیش کرتی ہے۔

اس حقیقت کے پیشِ نظر زیرِ نظر سطور میں امّت کے مسیح موعود و مہدیٔ معہود کے مقام و مرتبہ کا حقیقی اور سچا تعیّن ہمارا مقصود ہے۔ اس تعیّن کے حسبِ ذیل حقیقت افروز اصولوں کی روشنی میں ہم اس عظیم الشان موعود وجود کا حقیقی مقام و مرتبہ جامع ثبوتوں کے ساتھ معلوم کر سکتے ہیں۔ وہ اصول یہ ہیں۔

اوّل: اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام کے مقام اور مرتبہ کی بابت کیا ارشاد فرمایا؟ اس اصول کے دو پہلو ہیں۔

1: اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں آپؑ کے بارہ میں کیا ارشاد فرمایا اور

2: اللہ تعالیٰ نے وحی و الہام کے ذریعہ آپؑ کو کیا مقام و مرتبہ عطا فرمایا

دوم: آنحضرت ﷺ نے آپؑ کا کیا مقام بیان فرمایا؟

سوم: صلحائے امّت اور ائمۂ سلف نے اپنے علم کے نور سے اور کشف و الہام کی روشنی میں آپؑ کو کس مقام پر فائز دیکھا؟

چہارم: حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام نے اپنے مقام کے بارہ میں خود کیا بیان فرمایا؟ اس کے دو پہلو ہیں۔

1: مقامِ تواضع اور انکسار کا بیان

2: مقامِ رفیع و منصبِ جلیل کا بیان

یہ چار پہلو ہیں جن کے آئینہ میں حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام کے عالی مقام کا حقیقی علم اور عرفان حاصل ہوتا ہے۔

اوّل

اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام کے مقام اور مرتبہ کی بابت کیا ارشاد فرمایا؟

ا: اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے۔

"هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّيْنَ رَسُوْلاً مِّنْهُمْ يَتْلُوْ اعَلَيْهِمْ

اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۙ وَّاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ ؕ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ"

(الجمعہ:3،4)

وہی ہے جس نے اُمّی لوگوں میں انہی میں سے ایک عظیم رسول مبعوث کیا۔ وہ ان پر اس کی آیات کی تلاوت کرتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب کی اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ جبکہ اس سے پہلے وہ یقیناً ایک کھلی کھلی گمراہی میں تھے۔ اور انہی میں سے دوسروں کی طرف بھی (اسے مبعوث کیا ہے) جو ابھی ان سے نہیں ملے۔ وہ کامل غلبہ والا اور صاحبِ حکمت ہے۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی ہی دوسری بعثت کا ذکر فرمایا ہے جو اُمّیوں کی بجائے ایک دوسری قوم میں مقدّر تھی۔ یہ دوسری بعثت آپؐ کی جمالی بعثت ہے جو مسیح موعود علیہ السلام کی شکل میں ہوئی۔ اس شان میں مسیح موعود علیہ السلام کا ظہور آنحضرت ﷺ کا (بروزی) ظہور ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں:

" فلیست نبوّتی الا نبوّتہٗ ولیس فی جبّتی الا انوارہ و اشعتہٗ ولو لاہ ما کنت شیئا یذکر او یسمّیٰ"

(الاستفتاء، ضمیمہ حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد22 صفحہ 637)

کہ میری نبوّت، آپؐ کی نبوّت کے سوا کچھ نہیں اور میرے پیراہن میں آپؐ ہی کے انوار ہیں اور آپؐ ہی کے انوار کی شعاعیں ہیں۔ اگر آپؐ نہ ہوتے تو نہ میری کچھ حیثیت ہوتی نہ میرا کوئی ذکر ہوتا نہ کوئی میرا نام جانتا۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ○

(الصف:10)

وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ وہ اُسے دین (کے ہر شعبہ) پر کلّیۃً غالب کردے خواہ مشرک بُرا منائیں۔

"یہ قرآن شریف میں ایک عظیم الشان پیشگوئی ہے جس کی نسبت علماء محققین کا اتفاق ہے کہ یہ مسیح موعود کے ہاتھ پر پوری ہوگی۔"

(تریاق القلوب۔روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 232)

آیتِ کریمہ

"لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ"

قرآن کریم میں تین بار نازل ہوئی ہے (سورۃ التوبہ :33، سورۃ الفتح :29 اور سورۃ الصف :10) اور اس کے متعلق لکھا ہے کہ

" ذٰلک عند نزول عیسیٰ"

(تفسیر روح المعانی۔تفسیر سورۃ التوبہ آیت 33)

کہ یہ غلبہ بر دیگر ادیان عیسیٰؑ کے نزول پر ہوگا۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے

"ھذا وعد من اللّٰہ بانہٗ تعالیٰ یجعل الاسلام عالیاً علی جمیع الادیان و تمام ھذا انما یحصل عند خروج عیسیٰ وقال قال السُّدّی ذٰلک عندخروج المھدی"

(تفسیر کبیر از امام رازی تفسیر سورۃ التوبہ آیت 33)

کہ اس آیت میں وعدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام دینوں پر اسلام کو غالب کرے گا اور اس وعدہ کی تکمیل مسیح موعود کے وقت میں ہوگی۔ اور سُدّی کہتے ہیں کہ یہ وعدہ مہدی معہود کی آمد پر پورا ہوگا۔

یہی بحث تفسیر القرطبی میں بھی اسی آیت کے تحت اٹھائی گئی ہے اور لکھا ہے کہ یہ وعدہ مسیح موعود اور مہدیٔ معہود کی آمد پر پورا ہوگا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ مسیح موعود علیہ السلام کا مقام یہ ہے کہ آپؑ اپنے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ظلّ میں اسلام کو تمام ادیان پر غالب ثابت کرنے والے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ اسلام کے اس غلبہ کا ثبوت مولوی نور محمد نقشبندی (دیباچہ قرآن معجز نما صفحہ 30)،
مولانا ابوالکلام آزاد (اخبار وکیل امرتسر مئی 1908)،
لارڈ بشپ آف گلوسٹر دی رائٹ ریورنڈ چارلس جان ایلی کوٹ
(Lord Bishop Of Gloucester, The Right Reverend Charles John Ellicot) (آفیشل رپورٹ آف دی مشنری کانفرنس آف دی اینگلیکن کمیونین 1894 صفحہ 64)
اور پروفیسر ڈاکٹر اسرار احمد امیر تنظیم اسلامی پاکستان (انٹرویو از ٹیلیویژن "اے۔ آر۔ وائی" فروری 2005)
وغیرہم اپنے بیانات میں فراہم کر چکے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ"

(المرسلات:12)

اور جب رسول مقررہ وقت پر لائے جائیں گے۔

اس آیت کریمہ میں اس موعود اقوامِ عالم کی حیثیت بتائی گئی ہے کہ اس کا وجود تمام انبیاء علیہم السلام کا جامع ہوگا۔ ہر قوم آخری زمانہ میں اپنے جس موعود کی منتظر ہے، اس موعود کی آمد کا وعدہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی امت میں مسیح موعود کی بعثت کے ذریعہ پورا ہوگا۔ گویا ہر امت کا رسول ایک مقررہ وقت پر مسیحِ موعود کی صورت میں ظاہر ہوگا۔
قرآنِ کریم میں مذکور مسیح موعودؑ کے اس مقام کی جھلک آئندہ صفحات میں بھی مختلف مقامات پر جلوہ گر ہوگی۔ انشاء اللہ

2: اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو براہِ راست اپنی وحی کے ذریعہ جس مقام پر فائز فرمایا، اللہ تعالیٰ کے ان پاک کلمات میں سے چند ایک یہ ہیں:

"یحمدک اللّٰہ من عرشہ، نحمدک و نصلّی، یا احمد فاضت الرحمة علی شفتیک انّک باعیننا، یرفع اللّٰہ ذکرک و یتمّ نعمتهٗ علیک فی الدنیا والاخرة، یا احمدی انت مرادی و معی، غرست کرامتک بیدی، بورکت یا احمد، انّی جاعلک للناس اماماً. انت وجیهٌ فی حضرتی، اخترتک لنفسی، الارض والسمآء معک کما هو معی وسِرّک سِرّی، انت منّی بمنزلة توحیدی و تفریدی، سبحان اللّٰہ تبارک و تعالیٰ زاد مجدک، سلام علیک جعلت مبارکاً، انّی فضّلتک علی العالمین، ان علیک رحمتی فی الدنیا والدین، القیت علیک محبّة منّی، یحمدک اللّٰہ و یمشی الیک، جری اللّٰہ فی حلل الانبیاء، انت معی و انا معک، انت منّی بمنزلة لا یعلمها الخلق، انی معک و مع انصارک، انت اسمی الاعلیٰ، علیک برکات و سلام، مظهر الحیّ"

(ملفوظات جلد ۳ صفحہ 285، 286)

کہ اللہ تعالیٰ عرش سے تیری تعریف کرتا ہے۔ ہم تیری حمد کرتے ہیں اور تجھ پر درود وسلام بھیجتے ہیں۔ اے احمد! تیرے ہونٹوں پر رحمت بکثرت بہہ رہی ہے۔ تو یقیناً میرے سامنے، میری نگرانی اور حفاظت میں ہے۔ اللہ تیرا ذکر بلند کرتا ہے اور دنیا و آخرت میں تجھ پر اپنی نعمت تمام کرتا ہے۔ اے میرے احمد! تو میری مراد ہے اور میرے ساتھ ہے۔ میں نے تیری کرامت کو خود اپنے ہاتھ سے لگایا ہے۔ اے احمد! تجھے برکت دی گئی ہے۔ میں تجھے لوگوں کا امام بناؤں گا۔ تو میرے حضور صاحبِ جاہ ہے اور سرخرو ہے۔ میں نے تجھے اپنے لئے اختیار کر لیا۔ زمین و آسمان اسی طرح تیرے ساتھ ہیں جس طرح وہ میرے ساتھ ہیں اور تیرا راز میرا راز ہے۔ تو مجھ سے بمنزلہ میری توحید اور تفرید کے ہے۔ اللہ تعالیٰ پاک، برکت والا اور بلند ہے جس نے تیری بزرگی کو بڑھایا ہے۔ تجھ پر سلامتی ہو تو مبارک بنایا گیا ہے۔ میں نے تجھے جہانوں پر فضیلت دی ہے۔ دنیا اور دین میں تجھ پر یقیناً میری رحمت ہے۔ میں نے تجھ پر اپنی محبت انڈیلی ہے۔ اللہ تیری تعریف کرتا ہے اور تیرے ساتھ چلتا ہے۔ اللہ کا پہلوان نبیوں کے پیرایوں میں۔ تو میرے ساتھ ہے اور میں تیرے

ساتھ ہوں۔تو مجھ سے اس مقام پر ہے جسے مخلوق جانتی نہیں۔میں تیرے ساتھ اور تیرے مددگاروں کے ساتھ ہوں۔تو میرے نام ''الاعلیٰ'' کا مظہر ہے۔تجھ پر برکتیں اور سلامتی ہو۔خدائے حیّ کا مظہر۔

''نَفَخْتُ فِیْکَ مِنْ لَّدُنِّی رُوْحَ الصِّدْقِ''

(تذکرہ۔صفحہ361)

میں نے اپنے پاس سے سچائی کی روح تجھ میں پھونکی۔

''مظهر الحقّ و العُلاء . کانّ اللّٰه نزّل من السَّماء''

(تذکرہ۔صفحہ 390، 715)

خدائے حق وبلند وبالا کا مظہر۔گویا کہ اللہ تعالیٰ آسمان سے نازل ہوا ہے۔

دوم

آنحضرت ﷺ نے مسیح موعودؑ کا کیا مقام بیان فرمایا؟

آنحضرت ﷺ نے اپنی امت میں مبعوث ہونے والے موعود کے لئے اپنے ایک بیان میں چار مرتبہ فرمایا: ''نبیُ اللّٰه'' وہ اللہ کا نبی ہے۔

(صحیح مسلم کتب الفتن باب صفة الدجّال وصفة من معهٗ...)

یعنی مسیحِ موعود نبی اللہ ہے۔ آپؐ نے فرمایا:

''ابو بکرٍ افضل هٰذهِ الامّة الّا ان یکون نبیٌّ''

(کنوز الحقائق فی حدیث خیر الخلائق صفحہ 4)

کہ ابوبکرؓ اس امت میں سب سے افضل ہیں سوائے اس کے کہ ایک نبی ہوگا۔

یعنی حضرت ابوبکرؓ مقام صدّیقیت پر فائز ہیں مگر امّت میں پیدا ہونے والے نبی کا مقام بہرحال نبوّت کا مقام ہے اور مقامِ نبوّت، مقامِ صدّیقیت سے افضل ہے۔ایسی ہی ایک اور روایت امام جلال الدّین السیوطیؒ نے اپنی تالیف الجامع الصغیر میں صفحہ 6 پر بھی درج کی ہے۔ فرمایا:

''لا المهدی الا عیسیٰ ابن مریم''

(سنن ابن ماجه کتاب الفتن باب شدة الزمان...)

کہ مہدی ہی عیسیٰ بن مریم ہے۔

فرمایا:

''لو کان الایمان عند الثریّا لنالهٗ رجل من هٰؤلآء''

(بخاری کتاب التفسیر تفسیر سورة الجمعة)

کہ جب ایمان ثریا ستارے تک پہنچ جائے گا تو اسے ان لوگوں میں سے ایک شخص واپس لائے گا۔

یعنی مسیحِ موعود دنیا سے اُٹھ چکے ایمان کو واپس لانے والا ہے۔

فرمایا:

''لن یخزی اللّٰه امّة انا اوّلها و عیسیٰ ابن مریم اٰخرها''

(مستدرک الحاکم کتاب المغازی باب ذکرفضیلة جعفرؓ)

اللہ تعالیٰ اس امّت کو ہرگز رسوا نہیں کرے گا جس کے اوّل میں مَیں ہوں اور آخر میں عیسیٰ بن مریم۔

فرمایا:

''امامکم منکم''

(بخاری کتاب الانبیاء باب نزول عیسیٰ بن مریم..)

وہ تم ہی میں سے تمہارا امام ہوگا۔

فرمایا:

''رجلاً منّی''

(سنن ابی داؤد کتاب المهدی)

وہ میرا آدمی ہے۔

فرمایا:

”مھدینا“

(سنن دار قطنی کتاب العیدین باب صفة صلوٰة الخسوف...)

وہ ہمارا مہدی ہے۔

فرمایا:

”حَکَماً عَدَلاً“

(صحیح مسلم کتاب الایمان باب نزول عیسیٰ ابن مریم)

وہ حکم (یعنی امّت کے لئے قاضی، فیصلہ کرنے والا) اور عدل (انصاف قائم کرنے والا) ہے۔

فرمایا:

”یدفن معی فی قبری فاَقوم انا و عیسیٰ ابن مریم فی قبر واحد“

(مشکوٰة باب نزول عیسیٰ..)

وہ میری قبر میں میرے ساتھ دفن ہوگا پھر میں اور عیسیٰ بن مریم ایک ہی قبر سے اٹھیں گے۔

یعنی دنیا میں انجام کے لحاظ سے اور آخرت میں آغاز کے لحاظ سے مسیح موعود آپؐ کے ہمراہ ہوگا۔ نیز یہ کہ عشق میں مسیح موعودؑ فنا فی الرسولؐ کے مقام پر ہوگا چنانچہ حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

سادخل من عشقی بروضة قبرہٖ
وما تعلم ھٰذا السرّ یا تارک الھدیٰ

کہ میں رسول اللہ ﷺ سے اپنے عشق کی وجہ سے آپؐ کے قبر کے روضہ میں داخل ہو جاؤں گا۔ اے ہدایت کو چھوڑنے والے تجھے (عشق کا) یہ راز کس طرح معلوم ہو سکتا ہے؟

سوم

صلحائے امّت اور ائمۂ سلف نے اپنے علم کے نور سے اور کشف و الہام کی روشنی میں آپؐ کو کس مقام پر فائز دیکھا اور انہوں نے آپؐ کا مقام و مرتبہ بیان فرمایا؟ چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہؒ (مجدّد گیارہویں صدی) فرماتے ہیں:

”حق لهٗ ان ینعکس فیه انوار سیّد المرسلین ﷺ و یزعم العامة انهٗ اذا نزل کان واحداً من الامّة کلّا بل ھو شرح للاسم الجامع المحمدیؐ و نسخة منتسخة منه فشتّان بینه و بین احد من الامّة“

(الخیر الکثیر صفحه 73۔ مطبوعه مدینه پریس بجنور)

کہ آنے والے موعود کا یہ حق ہے کہ اس میں سیّد المرسلین ﷺ کے انوار کا انعکاس ہو۔ عامّۃ الناس یہ گمان کرتے ہیں کہ جب وہ موعود دنیا میں تشریف لائے گا تو اس کی حیثیت محض ایک امّتی کی ہوگی۔ ایسا ہرگز نہیں بلکہ وہ تو اسمِ جامع محمدی کی مکمل تشریح ہوگا اور اسی کا عکسِ حقیقی (True Copy) ہوگا پس اس کے اور ایک عام امّتی کے درمیان بہت بڑا فرق ہوگا۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ کی اس تحریر میں سورۃ الجمعہ کی مذکورۃ الصدر آیات کی تشریح جھلکتی ہے اور دوسری بعثتِ محمدی کا جامع ذکر ملتا ہے۔

حضرت امام عبدالرزاق کاشانیؒ لکھتے ہیں:

”المھدی الذی یجئی فی آخر الزمان فانهٗ یکون فی احکام الشریعة تابعا لمحمّد ﷺ وفی المعارف والعلوم و الحقیقة تکون جمیع الانبیاء والاولیاء تابعین لهٗ کلھم ولا یناقض ما ذکرناہ لانّ باطنهٗ باطن

محمد ﷺ"

(شرح فصوص الحکم صفحہ 42، 43۔مطبع مصطفیٰ البابی الحلبی بیروت)

کہ امام مہدی جو آخری زمانہ میں آئیں گے وہ احکامِ شریعت میں آنحضرت ﷺ کے تابع ہوں گے اور معارف وعلوم اور حقیقت میں تمام انبیاء اور اولیاء ان کے تابع ہوں گے۔اور یہ بات ہمارے مذکورہ بیان کے خلاف نہیں کیونکہ اس
(امام مہدی) کا باطن حضرت محمد ﷺ کا باطن ہوگا۔

امام عبد الرزاق کاشانی ؒ کے اس بیان میں بھی سورۃ الجمعہ کی ہی تشریح چھلکتی ہے۔امام مہدی کا باطن چونکہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا باطن ہے تو وہ آپ ؐ ہی کی دوسری بعثت کی دلیل ہے۔نیز یہ بھی کہ امام مہدی چونکہ آنحضرت ﷺ کے باطن والا ہے تو اس کا مقام ومرتبہ بقول امام کاشانی ؒ یہ ہے کہ "معارف وعلوم اور حقیقت میں تمام انبیاء اور اولیاء ان کے تابع ہوں گے۔"
پھر حضرت امام حسین ؓ کے پوتے اور اہل تشیّع کے امام حضرت ابوجعفر امام باقر ؒ فرماتے ہیں کہ جب امام مہدیؑ مبعوث ہوں گے تو وہ اعلان کریں گے:

"یا معشر الخلائق الا و من اراد ان ینظر الیٰ ابراھیم و اسمٰعیل فھا انا ذا ابراھیم و اسمٰعیل. الا و من اراد ان ینظر الیٰ موسیٰ و یوشع فھا انا ذا موسیٰ و یوشع. الا ومن اراد اَن ینظر الیٰ محمّد ﷺ و امیر المؤمنین (صلوات الله علیه) فھا انا ذا محمد ﷺ و امیر المؤمنین"

(بحار الانوار جلد 13 صفحہ 202 مصنفہ علّامہ باقر مجلسی)

کہ اگر تم میں سے کوئی ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ کو دیکھنا چاہتا ہے تو میں ہی وہ ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ ہوں۔اور اگر تم میں سے کوئی موسیٰؑ اور یوشعؑ کو دیکھنا چاہتا ہے تو میں ہی وہ موسیٰؑ اور یوشعؑ ہوں۔اور اگر تم میں سے کوئی محمد ﷺ اور امیر المؤمنین (حضرت علیؓ) کو دیکھنا چاہتا ہے تو جان لے کہ محمد ﷺ اور امیر المؤمنین میں ہی ہوں۔

حضرت امام باقر ؒ کے اس بصیرت افروز بیان میں سورۃ المرسلات کی آیت

"وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ"

کی تفسیر مظہر ہے۔یعنی امام مہدیؑ تمام انبیاءؑ کے جامع ہوں گے۔جیسا کہ حضرت مسیحِ موعود ومہدیٔ معہود علیہ السلام فرماتے ہیں: ؎

میں کبھی آدمؑ کبھی موسیٰؑ کبھی یعقوبؑ ہوں
نیز ابراہیمؑ ہوں نسلیں ہیں میری بیشمار

اک شجر ہوں جس کو داؤدی صفت کے پھل لگے
میں ہوا داؤد اور جالوت ہے میرا شکار

چہارم

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے مقام کے بارہ میں خود کیا بیان فرمایا؟ اس کے دو پہلو ہیں۔

1: مقامِ تواضع اور انکسار کا بیان
2: مقامِ رفیع ومنصبِ جلیل کا بیان

تواضع اور تذلّل اور عجز وانکسار انبیاء علیہم السلام کی سیرت کا ایک درخشاں پہلو ہے۔وہ اپنے نفس کے لحاظ سے انتہائی عاجزی اور تواضع کے انتہائی بلند نمونے پیش کرتے ہیں۔چنانچہ آنحضرت ﷺ اپنے ربّ کے حضور یہ التجا کرتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ:

"ربّ انّی ذلیل فأعزّنی"

(مستدرک حاکم و جامع الصغیر)

اے میرے ربّ! میں بہت کمزور ہوں مجھے طاقت عطا فرما۔ اے میرے ربّ! میں تیرے حضور ایک حقیر انسان ہوں پس مجھے عزّت بخش۔

اور حضرت داؤد علیہ السلام ملتجی تھے کہ

''اے میرے خدا! اے میرے خدا! تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا.... پر میں تو کیڑا ہوں، انسان نہیں۔ آدمیوں میں انگشت نما ہوں اور لوگوں میں حقیر۔''

(زبور 22 آیت 1تا6)

اسی مقامِ عجز وانکسار کی بابت ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ فرماتے ہیں:

''ما تواضع احدٌ للّٰہ الاّ رفعهُ الله''

(صحیح مسلم کتاب البرّ والصلة باب استحباب العفو والتواضع)

کہ اللہ تعالیٰ ہر عاجزی وانکساری اختیار کرنے والے کو رفعتیں عطا فرماتا ہے۔

بعض روایات میں

'' الیٰ السماء السابعة''

کے الفاظ بھی آتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ عاجزی اختیار کرنے والے بندے کو ساتویں آسمان کی رفعتیں عطا کرتا ہے۔

1: اپنے مقامِ تواضع اور انکسار کا اظہار کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

کرمِ خاکی ہوں مرے پیارے نہ آدم زاد ہوں
ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار

نیز فرمایا

لوگ کہتے ہیں کہ نالائق نہیں ہوتا قبول
میں تو نالائق بھی ہو کے پا گیا درگاہ میں بار

اسی طرح آپؑ تذلّل وانکسار کے ایک مقام پر اپنے آپ کو ایک نالائق مزدور قرار دیتے ہیں۔ نیز فرماتے ہیں:

انّ المهیمن لا یحبّ تکبّرًا
من خلقهِ الضُعَفَاءِ دُودَ فناءِ

کہ اللہ تعالیٰ کیڑوں کی طرح فنا ہو جانے والی اپنی کمزور مخلوق سے ہرگز تکبّر پسند نہیں کرتا۔

2: حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے مقامِ رفیع کی نسبت بیان فرماتے ہیں:

''خدا تعالیٰ اس بات کو جانتا ہے اور وہ ہر ایک امر پر بہتر گواہ ہے کہ وہ چیز جو اس کی راہ میں مجھے سب سے پہلے دی گئی وہ قلبِ سلیم تھا یعنی ایسا دل کہ حقیقی تعلق اس کا بجز خدائے عزّ وجلّ کے کسی چیز کے ساتھ نہ تھا۔ میں کسی زمانہ میں جوان تھا اور اب بوڑھا ہوا مگر میں نے کسی حصّہ عمر میں بجز خدائے عزّ وجلّ کے ساتھ اپنا حقیقی تعلق نہ پایا۔''

(حقیقة الوحی روحانی خزائن جلد22صفحہ59)

☆ میں وہ پانی ہوں کہ آیا آسماں سے وقت پر
میں وہ ہوں نورِ خدا جس سے ہوا دن آشکار

☆ ''اِس تاریکی کے زمانہ کا نور میں ہی ہوں۔''

(مسیح ہندوستان میں روحانی خزائن جلد١٥ صفحہ١٣)

☆ ''......اس صدی کے سر پر جو خدا کی طرف سے تجدید دین کے لئے آنے والا تھا وہ میں ہی ہوں۔ تا وہ ایمان جو زمین سے اٹھ گیا ہے اس کو دوبارہ قائم کروں اور خدا سے قوّت پا کر اسی کے ہاتھ کی کشش سے دنیا کو صلاح اور تقویٰ اور راستبازی

کی طرف کھینچوں۔۔۔

۔۔۔بذریعہ وحی الٰہی میرے پر بتصریح کھولا گیا کہ وہ مسیح جو امّت کے لئے ابتداء سے موعود تھا اور وہ آخری مہدی جو تنزّل اسلام کے وقت اور گمراہی کے پھیلنے کے زمانہ میں براہِ راست خدا سے ہدایت پانے والا اور اس آسمانی مائدہ کو نئے سرے انسانوں کے آگے پیش کرنے والا تقدیرِ الٰہی میں مقرر کیا گیا تھا جس کی بشارت آج سے تیرہ سو برس پہلے رسولِ کریمؐ نے دی تھی وہ میں ہی ہوں۔''

(تذکرۃ الشہادتین روحانی خزائن جلد 20 صفحہ4،3)

اس بیان میں سورۃ الجمعہ کی آیات کی تفسیر بیان ہوئی ہے۔

''۔۔۔اس تفرقہ کے وقت میں امتِ محمدیہ کو ایک حَکم کی ضرورت تھی سو خدا نے مجھے حَکم کر کے بھیجا ہے۔''

(کتاب البریّہ روحانی خزائن جلد 13 صفحہ257حاشیہ)

''اس زمانہ میں امام الزمان کون ہے جس کی پیروی تمام مسلمانوں اور زاہدوں اور خواب بینوں اور ملہموں کو کرنی خدا تعالیٰ کی طرف سے فرض قرار دیا گیا ہے۔ سو میں اس وقت بے دھڑک کہتا ہوں کہ خدا کے فضل اور عنایت سے وہ امام الزمان میں ہوں۔''

(ضرورۃ الامام روحانی خزائن جلد13 صفحہ495)

''مجھے اس خدا کی قسم ہے جس نے مجھے بھیجا ہے اور جس پر افتراء کرنا لعنتیوں کا کام ہے کہ اس نے مسیح موعود بنا کر مجھے بھیجا ہے۔۔۔میں بیت اللہ میں کھڑے ہو کر یہ قسم کھا سکتا ہوں کہ وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوتی ہے اسی خدا کا کلام ہے جس نے حضرت موسیٰؑ ور حضرت عیسیٰؑ اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر اپنا کلام نازل کیا تھا۔ میرے لئے زمین نے بھی گواہی دی اور آسمان نے بھی۔ اسی طرح میرے لئے آسمان بھی بولا اور زمین بھی کہ میں خلیفۃ اللہ ہوں۔''

(ایک غلطی کا ازالہ روحانی خزائن جلد18 صفحہ210)

''میں وہی ہوں جس کا خدا نے وعدہ کیا تھا۔ ہاں میں وہی ہوں جس کا سارے نبیوں کی زبان پر وعدہ ہوا۔''

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 65)

اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو ذوالقرنین۔ کرشن۔ خضر وغیرہ ناموں سے بھی یاد فرمایا۔ اسی طرح آپؑ فرماتے ہیں:

ابنِ مریم کے ذکر کو چھوڑو
اس سے بہتر غلامِ احمد ہے

☆''اس زمانہ میں خدا نے چاہا کہ جس قدر نیک اور راستباز مقدس نبی گزر چکے ہیں ایک ہی شخص کے وجود میں ان کے نمونے ظاہر کئے جاویں سو وہ میں ہوں۔۔۔دنیا میں کوئی نبی نہیں گزرا جس کا نام مجھے نہیں دیا گیا۔ سو جیسا کہ براہینِ احمدیہ میں خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے میں آدم ہوں۔ میں نوح ہوں۔ میں ابراہیم ہوں۔ میں اسحاق ہوں۔ میں یعقوب ہوں۔ میں اسمٰعیل ہوں۔ میں موسیٰ ہوں۔ میں داؤد ہوں۔ میں عیسیٰ بن مریم ہوں۔ میں محمد ﷺ ہوں۔ یعنی بروزی طور پر۔ جیسا کہ خدا نے اس کتاب میں یہ سب نام مجھ کو دیئے اور میری نسبت جری اللہ فی حلل الانبیاء یعنی خدا کا رسول نبیوں کے پیرایوں میں۔ سو ضرور ہے کہ ہر نبی کی شان مجھ میں پائی جاوے اور ہر ایک نبی کی ایک صفت کا میرے ذریعہ سے ظہور ہو۔''

(حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد22 صفحہ521)

نیز دیکھیں حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 76 حاشیہ۔ ان تحریروں میں آیت کریمہ

''وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ''

(المرسلات:12)

کی تفسیر واضح ہے۔

''ایک ہی ہے جس کی تائید کے لئے میں بھیجا گیا یعنی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ۔ جو شخص مجھے نہیں مانتا وہ میرا نہیں بلکہ اس کا نافرمان ہے جس نے میرے آنے کی پیشگوئی کی۔''

(حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد22 صفحہ184)

''چونکہ میں ایک ایسے نبی کا تابع ہوں جو انسانیّت کے تمام کمالات کا جامع تھا اور اس کی شریعت اکمل اور اتم تھی اور تمام دنیا کی اصلاح کے لئے تھی اس لئے مجھے وہ قوّتیں عنایت کی گئی ہیں جو تمام دنیا کی اصلاح کے لئے ضروری تھیں۔۔۔و ھٰذا

تحدیث نعمة اللّٰه ولا فخر۔“

(حقیقة الوحی روحانی خزائن جلد22صفحہ157)

آنحضرت ﷺ جب کسی منصب کا اظہار فرماتے تو ساتھ یہ بھی فرماتے ”ولا فخر“ کہ اس عظیم مقام کی عطا کے باوجود مجھے اپنے آپ پر کوئی فخر نہیں ہے۔اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام ان تمام عظیم اور رفیع مقامات کی عطا کے باوجود اپنے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفی ﷺ کی طرح یہی فرماتے ہیں و ھذا تحدیث نعمة اللّٰه ولا فخر کہ یہ تو محض اللہ تعالیٰ کی عطا کا ذکر ہے اور اس میں فخر کا کوئی مقام نہیں ہے۔آپؑ فرماتے ہیں:

”میں اپنے قلب کو دیکھ کر یقین کرتا ہوں کہ کل انبیاء علیہم السلام ہر قسم کی تعریف اور مدح وثناء سے کراہت کرتے تھے۔۔۔میں حلفاً کہتا ہوں کہ میرے دل میں اصلی اور حقیقی جوش یہی ہے کہ تمام محامد اور مناقب۔۔۔اور تمام صفاتِ جمیلہ آنحضرت ﷺ کی طرف رجوع کروں۔میری تمام تر خوشی اسی میں ہے اور میری بعثت کی اصل غرض یہی ہے کہ خدا تعالیٰ کی توحید اور رسول کریم ﷺ کی عزّت دنیا میں قائم ہو۔میں یقیناً جانتا ہوں کہ میری نسبت جس قدر تعریفی کلمات اور تمجیدی باتیں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہیں یہ بھی درحقیقت آنحضرت ﷺ ہی کی طرف راجع ہیں اس لئے کہ میں آپؐ ہی کا غلام ہوں اور آپؐ ہی کے مشکوٰۃِ نبوّت سے نور حاصل کرنے والا ہوں اور مستقل طور پر ہمارا کچھ بھی نہیں۔“

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 284 تا 287)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقام کی عظمت اتباع وعشقِ رسول ﷺ میں ہے۔آپؑ فرماتے ہیں:

”خداوند کریم نے اُسی رسول مقبول (ﷺ) کی متابعت اور محبت کی برکت سے اور اپنے پاک کلام کی پیروی کی تاثیر سے اس خاکسار کو اپنے مخاطبات سے خاص کیا ہے اور علوم لدنّیہ سے سرفراز فرمایا ہے اور بہت سے اسرار مخفیہ سے اطلاع بخشی ہے اور بہت سے حقائق اور معارف سے اس ناچیز کے سینہ کو پُر کر دیا ہے اور بارہا بتلا دیا ہے کہ یہ سب عطیات اور عنایات اور یہ سب تفضّلات اور احسانات اور یہ سب تلطّفات اور توجّہات اور یہ سب انعامات اور تائیدات اور یہ سب مکالمات اور مخاطبات بیُمنِ متابعت ومحبتِ حضرت خاتم الانبیاء ﷺ ہیں۔

جمالِ ہمنشیں در من اثر کرد
وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

(براہینِ احمدیہ روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 623، 624 حاشیہ 11)

☆”میں نے خدا کے فضل سے نہ اپنے کسی ہنر سے اس نعمت سے کامل حصّہ پایا ہے جو مجھ سے پہلے نبیوں اور رسولوں اور خدا کے برگزیدوں کو دی گئی تھی اور میرے لئے اس نعمت کا پانا ممکن نہ تھا اگر میں اپنے سیّد و مولیٰ فخر الانبیاء اور خیر الورٰی حضرت محمد مصطفی ﷺ کی راہوں کی پیروی نہ کرتا۔سو میں نے جو کچھ پایا اس پیروی سے پایا۔“

(حقیقة الوحی روحانی خزائن جلد22 صفحہ64)

آپؑ نے جو کچھ پایا وہ بھی آنحضرت ﷺ کا تھا۔فرمایا ؎

سب ہم نے اس سے پایا شاہد ہے تو خدایا
وہ جس نے حق دکھایا وہ مہ لقا یہی ہے

اور جو آپؑ نے آگے دیا وہ بھی آنحضرت ﷺ کا ہی دیا۔فرمایا ؎

ایں چشمۂ رواں کہ بخلقِ خدا دہم
یک قطرۂ ز بحرِ کمالِ محمّد است

کہ مخلوقِ خدا کو جو کچھ میں دے رہا ہوں یہ تو محمّد ﷺ کے بحرِ کمالات میں سے محض ایک قطرہ ہے۔

”کلّ برکةٍ من محمّدٍ ﷺ فتبارك من علّم و تعلّم“

تیری درگہ میں نہیں رہتا کوئی بھی بے نصیب
شرطِ رہ پر صبر ہے اور ترکِ نامِ اضطرار

(حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام)

رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِىْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ۖ رَبَّنَا فَاغْفِرْلَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْعَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ۝

(آل عمران:194)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا سفر سیالکوٹ

27 اکتوبر تا 3 نومبر 1904

مرتبہ: حبیب الرحمٰن زیروی

(دوسری اور آخری قسط)

پہلا جمعہ 28 اکتوبر 1904

28/اکتوبر 1904 کو جمعہ کا دن تھا۔ اس لئے نہایت کثرت کے ساتھ لوگ اسی مسجد میں جو اعلیٰ حضرت کی فرودگاہ سے بالکل ملی ہوئی ہے اور میر حکیم حسام الدین کی مسجد کہلاتی ہے وقتِ مقررہ سے پہلے ہی جمع ہو گئے تھے۔ مولانا مولوی عبدالکریم صاحب نے نمازِ جمعہ پڑھائی اور خطبہ سورہ جمعہ پر پڑھا۔ بعد نمازِ جمعہ بہت سی مخلوق بیعت کے لئے آگے بڑھی۔ یہ ناممکن اور محال تھا کہ سب لوگ حضرت کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیعت کرتے اس لئے یہ قرینِ مصلحت سمجھا گیا کہ لاہور کی طرح پگڑیاں ڈال دی جاویں۔ چنانچہ بارہ پگڑیاں مختلف سمتوں میں ڈال دی گئیں اور اس طرح پر بارہ مختلف جماعتوں نے بیعتِ توبہ کی۔ بیعت کے بعد اعلیٰ حضرت نے تقریر کی۔

حضرت اقدسؑ کی ناسازیٔ طبع

گورداسپور سے واپس آ کر کوفتِ سفر وغیرہ وجوہات سے حضورؑ کی طبیعت کسی قدر ناساز ہو گئی تھی۔ اور جو لوگ آپ کے فیضِ صحبت سے ہمیشہ مستفیض ہوتے رہے ہیں وہ بخوبی جانتے ہیں کہ ذراسی غیر معمولی محنت اور تکلیف آپکی پرانی بیماری کی محرک ہو جاتی ہے۔ اس لئے ابھی طبیعت پورے معنوں میں بحال نہ تھی جو سفرِ سیالکوٹ اختیار کیا۔ 28/اکتوبر 1904 کو انبوہِ خلائق میں زیادہ دیر تک بیٹھے رہنے اور تقریر کرنے کی وجہ سے حضور کی طبیعت دورانِ سر وغیرہ سے ناساز ہو گئی۔ اس لئے 29 اور 30/اکتوبر کو حضورؑ باہر تشریف نہ لا سکے۔ اس عرصہ میں مہمانوں کی اور بھی کثرت ہو گئی۔ ان دو دنوں میں بھی حضور فارغ نہیں رہے بلکہ بہت سے زن و مرد مختلف اوقات میں داخلِ سلسلہ ہوتے رہے اور حضور انہیں شاملِ سلسلہ کرتے رہے اور مناسبِ موقعہ پند و نصائح سے کام لیتے رہے۔

قادیان کو واپسی کا ارادہ

مہمانوں کی دم بدم کثرت ہو رہی تھی اور ہر ٹرین میں آنے جانے والے مسافر بتا رہے تھے کہ یہ سلسلہ آمد کا برابر جاری ہے اس لئے اعلیٰ حضرت کو یہ خیال پیدا ہوا کہ مبادا حد سے زیادہ مخلوق کا مجمع ہو کر جماعت سیالکوٹ کے لئے ابتلاء کا موجب نہ ہو جاوے۔ اس لئے آپ نے 31/اکتوبر 1904 کو واپسی کا ارادہ فرمایا۔ واپسی کی خبر جماعت سیالکوٹ کے کانوں میں پہنچنا تھی کہ وہ قریباً بدحواس ہو گئے۔ پاسِ ادب سے کچھ عرض کرنے کی جرأت نہ کرتے تھے دل تھا کہ اندر ہی بیٹھا جاتا تھا۔ حیران تھے کہ کریں تو کیا کریں میر حکیم حسام الدین نے حضورؑ کے اس ارادہ کو بہت ہی محسوس کیا اور اس پیرانہ سالی میں اس خبر سے بہت ہی مضمحل ہو گئے۔ آخر حضورؑ تک پہنچے اور اس ارادہ کے التواء کے لئے عرض کیا اور اپنے ذخائرِ خوردنی اور سامانِ دعوت کی فراہمی اور کثرت کا ذکر کیا۔ حضرت اقدسؑ کو میر صاحب کی خاطر بہت عزیز ہے حضور نے اس ارادہ واپسی کو ترک فرما کے 3/نومبر تک ملتوی کر دیا۔

حضورؑ کے اس ارادۂ واپسی سے یہ ثابت ہوا کہ آپ اپنے خدام پر حد سے زیادہ مہربان اور ان کے سود و زیاں کو اپنا سود و زیاں سمجھنے والے ہیں۔ یہ پسند نہیں کیا کہ میں یہاں بیٹھا رہوں اور جماعت کو تکلیف ہو۔ حضرت مسیح موعودؑ کا یہ نمونہ اور یہ فعل آپ کے منجانب اللہ ہونے کی دلیل ہے اور اس کے بالمقابل آپ کی صداقت اور حقیقت اور فیضِ صحبت کے اثر کی زبردست دلیل وہ فعل ہے جو جماعت سیالکوٹ

سے سرزد ہوا۔ یعنی ان کو سرخ موت نظر آتی تھی کہ اعلیٰ حضرت اس قدر جلدی وہاں سے رخصت ہوا کریں۔ وہ اپنا جان و مال نہ صرف اس پاک ذات پر نثار کرنے کو ہمہ تن آمادہ تھے بلکہ اپنے بھائیوں کی خدمت کے لئے بھی ان کے گھر وقف اور دروازے کھلے تھے۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء۔

غرض جماعت سیالکوٹ کے اس اظہارِ محبت اور اصرار پر حضرتِ اقدسؑ نے اپنا ارادہ 3رنومبر 1904 تک ملتوی کر دیا۔ اب اس التواء ارادہ اور قیام سہ روزہ میں یہ تجویز ہوئی کہ اعلیٰ حضرت کی طرف سے ایک پبلک لیکچر اسلام پر دیا جاوے۔

لیکچر کا ارادہ

حضورؑ نے بڑی خوشی کے ساتھ باوجود اس ضعف اور دورۂ مرض کے اس امر کو پسند فرمایا کہ آپ کا ایک پبلک لیکچر ہو۔ 30راکتوبر کو یہ تجویز ہوئی اور 2رنومبر 1904 کو یہ لیکچر دیا جانا تجویز ہوا۔ دو تین دن کے قلیل عرصہ میں اس ضعف و ناتوانی کی حالت میں لیکچر کا تیار کرنا آسان امر نہ تھا۔ لیکن خدا کی تائید و نصرت جس شخص کے شاملِ حال ہو وہ سب تکلیفوں اور مشکلات پر فتح پالیتا ہے۔

لیکچر کی تیاری بھی ایک نشان ہے

اگر انصاف سے غور کیا جاوے تو آپ کا اس لیکچر کو تیار کرنا جو 2رنومبر کو ایک بڑے مجمع میں پڑھا گیا عظیم الشان معجزہ ہے۔ اور ہم خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر بیان کرتے ہیں کہ جس قدر عظیم الشان تحدی کی کتابیں حضور کے قلم سے نکلی ہیں وہ ایسی ہی جلدی اور حالتِ ضعف و مرض میں لکھی گئی ہیں۔ جس سے صاف پایا جاتا ہے کہ یہ انسانی طاقت کا کام نہیں ہے۔ بلکہ خدا تعالیٰ کی کھلی کھلی نصرت اور تائید ہے۔

31 تاریخ تک حضور باہر تشریف نہ لا سکے اور اس عرصہ میں زائرین بے قرار اور مضطرب دیوانہ وار آپ کے ایوان کے نیچے بند کوچے میں پھر رہے تھے اور کسی نہ کسی حیلہ سے چاہتے تھے کہ زیارت ہو جاوے مگر حضورؑ کی ناسازی اس پر بیعتِ مستورات کا سلسلہ پھر مضمون لیکچر کے لکھنے کا ارادہ۔ سب باتیں مل ملا کر انہیں مایوس کر رہی تھیں اور جوں جوں دیر ہوتی تھی اسی قدر جوشِ زیارت بڑھتا جاتا تھا۔ آخر اس بڑھے ہوئے اضطراب اور جذبہء عشق نے اپنا کام کیا اور حضورؑ کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ حضورؑ کی زیارت کے لئے بہت لوگ جمع ہیں اور سخت گھبرائے ہوئے ہیں خواہ ایک دو منٹ کے لئے ہی کیوں نہ ہو۔

یہ 31راکتوبر کا دن تھا اور بعد دوپہر عرض کیا گیا۔ حضور نے فرمایا کہ میں نے ابھی مضمون بھی شروع نہیں کیا اب میرا ارادہ ہے کہ اسے لکھوں اور بیعت کا سلسلہ بھی کثرت سے جاری ہے اگر میں نیچے اتروں تو مضمون رہ جائے گا۔

اس پر عرض کیا گیا کہ حضور صرف ایک دو منٹ کے لئے دریچہ میں بیٹھ جاویں اور لوگ گلی میں کھڑے ہو کر زیارت کر لیں گے اس تجویز کو حضور نے منظور فرمایا کہ چار بجے کے قریب دریچہ میں سے لوگ زیارت کر لیں۔

اسوقت وہ کوچہ آدمیوں سے پٹا پڑا تھا جس میں ہندو، مسلمان، بوڑھے، جوان سب موجود تھے اس کوچہ سے لے کر بازار تک اور مسجد اور مکانوں کی چھتوں تک آدمی ہی آدمی تھے اور کوچہ میں تو اس قدر انبوہ تھا کہ اگر کوئی تھالی پھینک دی جاتی تو یقیناً سروں ہی پر سے چلی جاتی۔

اس انبوہ اور اژدہام کو دیکھ کر گھبرائے کہ مبادا کوئی بوڑھا یا کمزور نیچے آ کر نہ کچلا جاوے کیونکہ اس وقت ایک دوسرے سے آگے بڑھ کر دیکھنا چاہتا تھا۔ ہم کن الفاظ میں ان نظاروں کو ناظرین کے سامنے پیش کریں وہ وقت قابلِ دید تھا اور بے اختیار حضور کو ہی آپ کی زبان میں مخاطب کر کے کہا جاتا تھا

شور کیسا ہے تیرے کوچے میں لے جلدی خبر
خوں نہ ہو جائے کسی دیوانہ مجنوں وار کا

آخر کوئی ایک ہی منٹ میں حضرتِ اقدس علیہ السلام محض اس خیال سے کہ کوئی ضعیف و ناتواں کچلا جائے گا اٹھ گئے۔ اور لوگ حسرتِ دیدار دل ہی میں لے کر منتشر ہو گئے۔

لیکچر کی تصنیف و طباعت

حضورؑ نے 31راکتوبر 1904 کی دوپہر کے بعد لیکچر لکھا اور حیرت انگیز بات یہ تھی کہ 2رنومبر 1904 کو یہ لیکچر چھپ بھی گیا۔ اس طرح لیکچر کی تیاری میں صرف ایک ہی دن صرف ہوا۔ لیکچر کے متعلق حکیم حسام الدین صاحب، چوہدری محمد سلطان

صاحب میونسپل کمشنر، آغا محمد باقر خان صاحب آنریری مجسٹریٹ۔ چوہدری نصر اللہ خان صاحب پلیڈر اور چوہدری محمد امین صاحب پلیڈر کی طرف سے ایک اشتہار بھی شائع کیا گیا جس کا عنوان تھا حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعودؑ کا لیکچر اسلام پر اور اس میں پبلک کو اطلاع دی گئی تھی کہ یہ لیکچر 2 رنومبر 1904 کو بدھ کے دن صبح 7 بجے بمقام سیالکوٹ سرائے مہاراجہ صاحب بہادر والی جموں وکشمیر سنایا جائے گا۔ مولوی عبدالکریم صاحب اس لیکچر کو پڑھ کر سنائیں گے اور حضرت مرزا صاحب خود بھی تشریف فرما ہونگے۔ سامعین کو چاہیے کہ ٹھیک وقت پر تشریف لاویں۔ کسی صاحب کو بولنے کی اجازت نہ ہوگی۔ نہایت متانت اور خاموشی سے لیکچر کو سننا ہوگا۔

لیکچر گاہ کی تیاری

یکم نومبر کی شام کو لیکچر گاہ (یعنی مہاراجہ جموں وکشمیر کی وسیع سرائے متصل ریلوے سٹیشن سیالکوٹ) میں شامیانوں کا انتظام کیا گیا اور دریوں کا فرش بچھایا گیا۔ اور کرسیاں رکھی گئیں۔ دراصل لیکچر کے لئے پہلے اسی محلّہ میں جہاں حضورؑ فروکش تھے ایک خالی میدان تجویز ہوا تھا مگر وہ ناکافی تھا۔ اس لئے سب سامان وہاں سے اکھاڑ کر دوسری جگہ لے جایا گیا اور لیکچر گاہ راتوں رات تمام ضروری سامان سے آراستہ کردی گئی۔ لوگوں کو جگہ نہ ملنے کا اسقدر خیال تھا کہ بہت سے لوگ تو رات ہی کو وہاں سوئے۔ اور اکثر علی الصبح اٹھ کر فجر کی نماز سے بھی پہلے وہاں جا پہنچے۔

مخالفین کی کوشش

دوسری طرف مخالف علماء نے لوگوں کو لیکچر میں شامل ہونے سے روکنے کی یہ کوشش کی کہ 2 رنومبر کی صبح کو 6 بجے سے یعنی حضورؑ کے لیکچر سے ایک گھنٹہ قبل ہی شہر کے چار مختلف مقامات پر مجالس وعظ شروع کر دیں۔ اور قبل از وقت ان مجالس کا اعلان بھی بذریعہ اشتہار کر دیا۔ اس منصوبے کا اثر بالکل الٹا پڑا اور سوائے بعض متعصب مخالفوں کے جو علماء کی تقریروں میں بیٹھے رہے سیالکوٹ کے عوام اس طرح جوق در جوق لیکچر گاہ میں پہنچے کہ خدائی تائید ونصرت کا ایک ایمان افروز منظر آنکھوں کے سامنے آ گیا۔

حضورؑ کی جلسہ گاہ روانگی

حضرت اقدسؑ تقریباً ساڑھے چھ بجے اپنے ایوان سے نیچے اترے ملاقات کرنے والے ایک دوسرے پر گرے پڑتے تھے۔ آخر یہ انتظام کیا گیا کہ مصافحہ کرنے والوں کو روک دیا جاوے۔ حضورؑ ابھی مکان سے اترے نہیں تھے کہ ایک شخص نیاز علی نامی نے میر حکیم حسام الدین کے توسط سے نہایت عجز والحاح سے عرض کیا کہ حضورؑ جب جلسہ گاہ کو تشریف لے چلیں تو میرے گھر میں قدم ضرور رکھ دیں تا کہ آپؑ کا مبارک قدم میرے گھر میں برکات کا موجب ہو یہ حسنِ ارادت اور عقیدت حضرتؑ کو اس کے گھر لے گیا اور حضورؑ دو تین منٹ تک اس کے گھر کو اپنے قدموں سے برکت دے کر تشریف لائے اور دو گھوڑوں والی گاڑی میں تشریف فرما ہوئے۔ حضورؑ کے ہمراہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ بھی تھے۔ بازار میں گاڑیوں کا اچھا خاصا سلسلہ تھا قریباً پندرہ سولہ گاڑیاں یکے بعد دیگرے کھڑی تھیں۔ سردار محمد یوسف صاحب سٹی مجسٹریٹ خاص اس انتظام کے لئے متعین تھے۔ وہ ابتدائے لیکچر سے اخیر تک جلسہ گاہ میں برابر کھڑے رہے۔ پولیس نے اس موقعہ پر قیامِ امن کا پورا اہتمام کیا تھا۔ چنانچہ انسپکٹر صاحب پولیس بھی حضورؑ کی گاڑی کے ساتھ تھے۔ یہ بھی بڑا عجیب نظارہ تھا جب کہ خدا کا مسیح ہزاروں انسانوں کے درمیان گاڑی میں بیٹھا جا رہا تھا۔ اور اس کے راستے کے تمام در و دیوار اور کوٹھے زن ومرد سے لدے ہوئے اس کا دیدار کر رہے تھے۔ دورویہ انسانوں کی سڑک میں جب یہ جلوس گزرا تو لوگ بھی گاڑی کے ساتھ بھاگے جاتے تھے اور ایک دوسرے پر گرے پڑتے تھے۔ رستہ میں مخالفوں کے اڈوں میں جو وعظ ہو رہا تھا اس میں گالیوں کے علاوہ دوسری آواز یہ سنائی دیتی تھی کہ خبردار کوئی سرائے میں نہ جاوے۔ یہ شور مچانے والوں کی رگیں پھول پھول جاتی تھیں مگر لوگ تھے کہ برابر دوڑے چلے جاتے تھے۔

حضرت اقدسؑ جلسہ گاہ میں

الغرض حضرت اقدسؑ کا جلوس اسی شان سے گزرتا ہوا بالآخر لیکچر گاہ تک پہنچا جہاں شہر کے ہر مذہب وملت کے لوگ ہزاروں کی تعداد میں آپ کیلئے چشم براہ تھے۔ حضورؑ جب جلسہ گاہ میں داخل ہوئے تو لوگوں میں ایک عجیب اضطراب اور کشمکش

پیدا ہوگئی۔ ہر شخص اس کوشش میں تھا کہ میں ایسی جگہ بیٹھوں جہاں سے خدائے تعالیٰ کے برگزیدہ ماموراور معزز لیکچر پڑھنے والے کو دیکھ سکوں۔ شامیانوں کے نیچے دریوں کا فرش تھا جس کے تین طرف معززینِ شہر کے لئے کرسیاں بچھی تھیں۔ اور حضورؑ کی کرسی لکڑی کے ایک پلیٹ فارم پر تھی جہاں لوگ اطمینان سے زیارت کر سکتے تھے۔ حضورؑ اس وقت سرخ جبہ میں جلوہ افروز تھے۔ حضورؑ کا نورانی اور خدا نما چہرہ غضِ بصر کا عملی سبق دینے والی آنکھیں سامعین کو اپنی طرف خصوصیت سے متوجہ کر رہی تھیں۔ حضورؑ کے ساتھ ہی ایک کرسی پر حضرت حکیم الامت مولوی نورالدین صاحبؓ اور دوسری کرسی پر ایک میز کے سامنے حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ تشریف فرما تھے۔

جلسہ کی کارروائی کا آغاز

چاروں طرف قدرتی طور پر سناٹا اور خاموشی طاری تھی کہ جناب مسٹر فضل حسین صاحب بیرسٹرایٹ لاء نے جلسہ کی صدارت کے لئے حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحبؓ کا نام پیش کیا جو متفق طور پر منظور ہوا۔ ابتداءً حضرت حکیم مولوی نورالدین صاحبؓ نے ایک مختصر مگر نہایت بصیرت افروز خطاب فرمایا۔ جس کا خلاصہ یہ تھا کہ دنیا میں بہت سے جلسے ہوتے ہیں بعض ملکی اور سیاسی نوعیت کے ہوتے ہیں اور بعض میں کسی خاص قوم کی اصلاح پہ غور کیا جاتا ہے۔ مگر آج کا جلسہ ان سب سے ممتاز ہے۔ کیونکہ اس میں ایک ایسے شخص کا کلام پیش کیا جارہا ہے جو کہتا ہے کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور ہو کر آیا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کو سننے، سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق بخشے۔

حضرت اقدسؑ کے لیکچر کا پڑھا جانا

حضرت حکیم الامت کی اس افتتاحی تقریر کے بعد حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ نے اپنے مخصوص انداز میں قرآن مجید کی چند آیات تبرکاً تلاوت کیں۔ پھر حضورؑ کے مطبوعہ لیکچر کو پڑھنا شروع کیا۔ اس لیکچر کی ابتداء ان الفاظ سے ہوئی تھی

''دنیا کے مذاہب پر اگر نظر کی جائے تو معلوم ہوگا کہ بجز اسلام ہر ایک مذہب اپنے اندر کوئی نہ کوئی غلطی رکھتا ہے۔ اور یہ اس لئے نہیں کہ درحقیقت وہ تمام مذاہب ابتداء سے جھوٹے ہیں بلکہ اس لئے کہ اسلام کے ظہور کے بعد خدا نے ان مذاہب کی تائید چھوڑ دی اور وہ ایسے باغ کی طرح ہو گئے جس کا کوئی باغبان نہیں۔''

اس تمہید کے بعد حضورؑ نے نہایت اچھوتے رنگ میں اپنے وجود کو دین کی صداقت میں پیش فرمایا اور اس ضمن میں پہلی دفعہ مجمع عام میں کرشن ہونے کا دعویٰ کرتے ہوئے اعلان فرمایا کہ میرا اس زمانہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے آنا محض مسلمانوں کی اصلاح کے لئے ہی نہیں ہے بلکہ مسلمانوں اور ہندوؤں اور عیسائیوں، تینوں قوموں کی اصلاح منظور ہے۔ وہ خدا جو زمین و آسمان کا خدا ہے اس نے یہ میرے پر ظاہر کیا ہے۔ اور نہ ایک دفعہ بلکہ کئی دفعہ مجھے بتلایا ہے کہ تو ہندوؤں کے لئے کرشن اور مسلمانوں اور عیسائیوں کے لئے مسیح موعودؑ ہے۔ مجھے منجملہ اور الہاموں کے اپنی نسبت ایک یہ بھی الہام ہوا تھا کہ

''ہے کرشن رودر گوپال تیری مہما گیتا میں لکھی گئی ہے''

لیکچر کے آخر میں حضورؑ نے فرمایا ''مجھے اس زمین سے ایسی ہی محبت ہے جیسا کہ قادیان سے۔ کیونکہ میں اپنے اوائلِ زمانہ کی عمر میں سے ایک حصہ اس میں گزار چکا ہوں۔ اور اس شہر کی گلیوں میں بہت سا پھر چکا ہوں۔ میرے اس زمانہ کے دوست اور مخلص اس شہر میں ایک بزرگ ہیں یعنی حکیم حسام الدین صاحب جن کو اس وقت بھی مجھ سے بہت محبت رہی ہے۔ وہ شہادت دے سکتے ہیں کہ وہ کیسا زمانہ تھا اور کیسی گمنامی کے گڑھے میں میرا وجود تھا۔ اب میں آپ لوگوں سے پوچھتا ہوں کہ ایسے زمانہ میں ایسی عظیم الشان پیش گوئی کرنا کہ ایک گمنام کا آخر کار یہ عروج ہوگا کہ لاکھوں لوگ اس کے تابع اور مرید ہو جائیں گے اور فوج در فوج لوگ بیعت کریں گے۔ اور باوجود دشمنوں کی سخت مخالفت کے رجوع خلائق میں فرق نہیں آئے گا۔ بلکہ اس قدر لوگوں کی کثرت ہوگی کہ قریب ہوگا کہ وہ لوگ تھکا دیں۔ کیا یہ انسان کے اختیار میں ہے؟ اور کیا ایسی پیش گوئی کوئی مکار کرسکتا ہے کہ چوبیس سال پہلے

تنہائی اور بے کسی کے زمانہ میں اس عروج اور مرجع خلائق ہونے کی خبر دے؟''

یہ لیکچر نہایت قابلیت کے ساتھ پڑھا گیا ہم نے پہلے بھی بیان کیا ہے کہ باوجود یکہ مولوی صاحب کی طبیعت ناساز تھی لیکن محض خدا کے فضل سے انہوں نے اپنے فرض کو ادا کیا ۔

میرِ مجلس کی آخری تقریر

مولوی صاحب جب لیکچر ختم کر چکے تو حضرت حکیم الامت پھر اپنے فرض مجلس کے لحاظ سے بہ حیثیت میرِ مجلس اٹھے اور اس وقت وہ اس لیکچر کو سننے کے بعد اٹھے تھے اس لئے آپ کی روح میں ایک خاص قسم کی گزارش پیدا ہو چکی تھی جو آپ کے چہرے اور آواز سے معلوم ہوتی تھی چنانچہ آپ نے آخری تقریر جلسہ کو ختم کرنے کے واسطہ مندرجہ ذیل الفاظ میں کی۔

صاحبان! لیکچر کو آپ لوگوں نے سن لیا ہے وہ لیکچر ہوا کے ذریعہ آپ کے کانوں تک پہنچا ہے۔ آپ نے اسے جہاں تک میں دیکھتا ہوں غور اور توجہ سے سنا ہے۔ لیکن اس خیال سے کہ آپ کو زیادہ فکر کرنے اور تنہائی میں غور کرنے کا کافی موقعہ مل سکے وہ لیکچر مطبوع (چھپا ہوا) بھی مل سکتا ہے اور اسی لئے وہ چھاپا گیا ہے کہ تا کہ آپ اس پر غور کریں اور تدبر کریں۔ آنکھوں سے اسے دیکھ لیں۔۔۔۔

۔۔۔غرض اس لیکچر میں ان مشکلات کا ذکر کیا ہے اور پھر اس کا علاج یوں بھی بتایا ہے کہ دعا سے کام لو اور نیک صحبت اختیار کرو۔

پھر اپنے دعوے کے ثبوت میں تین طریق بتائے ہیں اول عقل سے کام لو اور دیکھو ضرورت ہے یا نہیں۔ دوم نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ یا بشارات جو اس کے آنے کے متعلق ہیں اور پھر اس نصرتِ الٰہی کو دیکھو جو اس کی ہو رہی ہے اور ان تائیدات پر غور کرو جو اس کے شاملِ حال ہیں۔ ان تینوں باتوں پر اس لیکچر میں تفصیل سے بحث کی ہے۔ پس سننے کے بعد تدبر کیلئے یہ لیکچر محفوظ مل سکتا ہے۔ دعا کے ساتھ کام لو تا کہ اللہ تعالیٰ بدیوں سے پاک کرے اور فضائل کے ساتھ متصف لوگوں کے خیالات مختلف ہوتے ہیں طبائع مختلف ہیں اس اختلاف سے اختلافِ مذاہب پیدا ہوا ہے لیکن اختلاف میں بھی ایک وحدت ہوتی ہے۔ اور وہ وحدت بھی ایک راحت بخش ہوتی ہے۔ افسوس ہے کہ اس اختلاف راحت بخش سے اب کام نہیں لیا جاتا۔ شائد اس امر میں تعجب ہو کہ اختلاف میں وحدت اور پھر وحدت بھی راحت بخش کیونکر ہوتی ہے۔ مگر یہاں ہی غور کرو مختلف لباس، مختلف اشکال، مختلف طبقات کے لوگ موجود ہیں اور ان کے اختلاف میں ایک وحدت ہے۔ اور یہ نظارہ راحت بخش ہے۔ بازار میں مختلف قسم کی دکانیں ہوتی ہیں ان کا مجموعہ خوشنما ہی نہیں ہوتا بلکہ راحت رساں سامان مہیا کر سکتا ہے۔ تمام صداقتیں مختلف رنگوں سے پہچانی جاتی ہیں لیکن اس اختلاف میں ایک وحدت اور اختلاف پیدا ہوتا ہے۔ دیکھو یہی لیکچر جو چھپا ہوا ہے۔ کاغذ، سیاہی، قلم، کاتب پریس مین، وغیرہ کس قدر مختلف اشیاء اشخاص کے مجموعے میں سے ایک رنگ نکلا ہے۔ اب اسے دیکھ کر طبیعت کیسی خوش ہوتی ہے۔ اور اس پر غور کر کے مفید نتیجہ نکالنے کا کیسا موقعہ ہے۔ اتفاق بڑی دولت ہے۔ اتفاق سے گورنمنٹ حکومت کرتی ہے مگر یہ دولت فضل سے ملتی ہے پھر ہم تمہارا شکریہ کرتے ہیں کہ باوجود اختلاف طبائع، اختلافِ خیالات کے خاموشی کی حکومت نے اپنا اثر ڈالا۔ اور آپ نے توجہ سے سنا جس طرح اس وقت اختلاف میں ایک وحدت راحت بخش پیدا ہوئی ہے۔ خدا تعالیٰ اس کو بابرکت کرے۔ اور یہ وقت مبارک ہو۔ آمین۔ اب میں اس جلسہ کو ختم کرتا ہوں۔

جلسہ کا خاتمہ

اس تقریر کے بعد عملی طور پر جلسہ ختم ہو گیا لیکن لوگ کچھ ایسے جمع ہوئے اور اطمینانِ خاطر سے بیٹھے ہوئے تھے کہ وہ اٹھنا نہیں چاہتے تھے اور چاہتے تھے کہ کچھ اور بھی سنایا جاوے۔

منتظم افسران نے نہایت عمدگی کے ساتھ راستہ کر کے حضرت حجۃ اللہ کو گاڑی میں سوار کرایا۔ کیونکہ ہزاروں ہزار آدمی موجود تھے۔ اور شوقِ زیارت میں ہر ایک آگے بڑھتا تھا۔ باوصفیکہ آپ نمایاں جگہ پر تشریف فرما تھے لیکن لوگوں کی آرزو اور تمنا ابھی باقی تھی۔ حضرت اقدسؑ کی گاڑی باہر نکل گئی۔ اس کے بعد مقامی حکام خصوصاً سردار محمد یوسف خان صاحب جو اس انتظام پر مامور تھے سرائے کے دروازے میں کھڑے ہو گئے اور سب لوگوں کو روک دیا اس لئے کہ انتظام میں گڑبڑ نہ ہو۔ اور پھر تھوڑی دیر کے بعد اس کے ساتھ لوگوں کو وہاں سے باہر نکلنے کے لئے اجازت ہوئی ۔ باہر نکل کر لوگ دوڑے کہ پھر ایک مرتبہ زیارت ہو جاوے۔

مخالفین کا شور

مخالفین جو باہر اڈے جمائے ہوئے شور پکار کر رہے تھے کہ لوگو! کوئی اندر نہ جاوے اس کامیابی کو دیکھ کر تو حیران ہی تھے۔لیکن ایک یورپین انسپکٹر صاحب نے عجیب لطف دکھایا وہ جلسہ میں موجود تھے اور لیکچر برابر سن رہے تھے۔انہوں نے باہر آکر ان مخالف واعظوں سے کہا کہ ہم کو تعجب ہے کہ تم لوگ ان کی مخالفت کیوں کرتے ہو۔مخالفت تو ہم کو (عیسائیوں کو) یا ہندوؤں کو کرنی چاہیے تھی جن کے مذہب کی وہ تردید کر رہا ہے۔اسلام کو تو وہ سچا اور حقیقی مذہب ثابت کر رہا ہے۔ستیاناس تو ہمارے مذہب کا کر رہا ہے۔اورتم یونہی مخالفت کررہے ہو۔اس زیرک اور نکتہ رس انسپکٹر کی قابلیت پر مرحبا کہنا پڑتا ہے۔لیکن وہ لوگ تو مخالفت کو کسی اور بناء پر اکٹھے ہوئے تھے اسلئے باز نہ آئے۔

مکان کو واپسی

حضرت اقدسؑ کی گاڑی جب بازار سے مکان کو واپس آئی تو پھر وہی رونق، وہی شوقِ زیارت دلوں میں جوش زن تھا اس کے اعادہ کی اس وقت ہمیں حاجت نہیں۔

بیعت کی کثرت

چونکہ آج کا دن آخری دن تھا جو حضرتؑ نے یہاں قیام فرمانا تھا اور صبح کو روانگی کی تاریخ مقرر ہو چکی تھی اس لئے بیعت کرنے والوں میں خاص جوشِ ارادت بڑھا ہوا تھا۔اور وہ چاہتے تھے کہ جس طرح ہو جس قدر جلد ممکن ہو بیعت ہو جاویں چنانچہ کئی بار بیعت ہوئی۔اور ہم قاصر تھے کہ ان لوگوں کے نام درج کر سکیں۔بیعت کے بعد حسبِ معمول نصائح ان لوگوں کو کرتے رہے۔

یہاں اس امر کا ذکر کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ حضرت اقدسؑ کی طبیعت ناساز تھی لیکن آپ نے ارشادِ الٰہی کی تعمیل میں کہ

لا تصعر لخلق اللہ و لا تسئم من الناس

بیعت کرنے سے کسی وقت انکار نہیں کیا۔اور باوجود تکلیف کے بیعت کر لیتے رہے۔

یہ امر سرسری نظر سے دیکھنے کے قابل نہیں ہے بلکہ اس پر خوب غور کرنا چاہئے کہ اگر یہ ارشادِ الٰہی نہ ہوتا تو اپنی جان اور جسم کی آسائش کے خیال سے کہہ دیتے کہ میں اس وقت تم کو قبول نہیں کر سکتا پھر سہی۔مگر نہیں آپؑ کو پورا یقین تھا اور ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اور اس کی تعمیل میں معمولی سا تساہل بھی معصیت کا رنگ رکھتا ہے۔اس لئے خود تکلیف اٹھائی مگر کسی سے منہ نہ موڑا۔

بیعت کا سلسلہ حضرت مسیح موعودؑ کی روانگی تک برابر جاری رہا۔3 نومبر 1904 روانگی کیلئے مقرر ہو گیا تھا۔سیالکوٹ کی جماعت کے لئے حضرت اقدسؑ کی جدائی شاق تھی مگر مجبور تھے۔

واپسی دارالامان کو

3 نومبر کی صبح کو پھر غیر معمولی تحریک سیالکوٹ کی سرزمین میں تھی جس سے معلوم ہوتا تھا کہ ملائکہ کا نزول ہو رہا ہے۔اور ملائکہ اور شیاطین کے درمیان ایک جنگ ہو رہی ہے۔سیالکوٹ کا سفیر خاص تموج میں تھا یہ بات کوئی معمولی بات نہیں کہ حضرت اقدسؑ کو جبکہ وہاں کی آبادی ایک دفعہ نہیں، تین دفعہ کھلے طور پر دیکھ چکی تھی۔اور حضرت اقدسؑ میں کوئی جذب اور کشش نہ تھا تو وہ کیوں بار بار آپؑ کو دیکھنے کو جمع ہو جاتی تھی بلکہ حضرت اقدسؑ پر زورِ مخالفت اور آپ کے سلسلہ کی وقعت کو کم کرنے کے لئے یہ مناسب تھا کہ ایک متنفس بھی باہر نہ آتا۔مگر برخلاف اس کے باوجود اس مخالفتِ عظیم کے باوجود 3 مرتبہ کی کھلی زیارت کے آج صبح ہی سے پھر وہ در و دیوار کوچہ و بازار جو کل صبح کے بھرے ہوئے تھے یہاں تک کہ اس کوچہ میں جہاں پر حضور کا قیام تھا اور پولیس بھی آسانی کے ساتھ انتظام نہ رکھ سکتی تھی۔مخالف الرائے مولویوں نے آج بھی ان لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے اور ادھر آنے سے روکنے کے لئے ہر چند کوشش کی مگر وہ کامیاب نہ ہو سکے۔

جماعت سیالکوٹ نے دس بجے تک کل مہمانوں کو کھانا کھلا کر فارغ کر دیا۔اور رختِ سفر بندھنے لگا۔ 12 بجے کے قریب حضرتؑ باہر تشریف لائے اور سٹیشن پر چلنے کے لئے تیار نکلے آپ سے پہلے مستورات کو حضرت میر ناصر نواب صاحب

کے زیرِ حفاظت سٹیشن پر پہنچادیا گیا تھا۔

بابرکت قدم

جب حضورؑ باہر تشریف لائے تو وہی حالت وہی نظارہ تھا جو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ جیسے شمع پر پروانے گرتے ہیں اس طرح مخلوق گرتی تھی۔ حکیم میر حسام الدین صاحب نے عرض کیا میاں نیاز علی حضور کا ایک خادم چاہتا ہے کہ آپ اس کے گھر میں بابرکت قدم ڈال آئیں حضورؑ نے منظور فرمایا اور اس خوش قسمت شخص کے گھر جو بازار کے ساتھ ہی تھا تشریف لے گئے۔ تشریف لاتے ہی حضورؑ گاڑی پر سوار ہو گئے۔ وہی جلوس، وہی انتظام، پولیس، وہی نظارہ، وہی مجمع جو کل (گزشتہ کو) ہم دکھا چکے ہیں۔

ریلوے سٹیشن

جس مقام پر حضورؑ گاڑی سے اترے تھے اس مقام پر حضورؑ کی سواری پہنچی اور آپ ایک ریزروڈ گاڑی میں سوار ہوئے۔ آپ کے خدام ایک دوسری ریزروڈ گاڑی میں سوار ہوئے۔ سٹیشن پر بہت بڑا مجمع زائرین اور خدام کا موجود تھا۔ اور خدام کے چہروں سے حسرت ٹپکتی تھی ان کے چہرے بتا رہے تھے کہ ابھی وہ سیر نہیں ہوئے اور چاہتے ہیں کہ خدا کا مسیح ان میں عرصہ دراز تک ٹھہرا رہے۔ اور وہ خدمتِ احباب کے ثواب سے اور دامن بھریں۔

نیت المومن خیر من عمله

یقیناً وہ ایسی نیت کے ثواب سے محروم نہ رہیں گے۔

گاڑی کی روانگی

گاڑی اپنے وقت پر سیالکوٹ سٹیشن سے روانہ ہوئی اور یوں نوع انسان کے خادم و مخدوم عاشق و معشوق محب و محبوب ہاں لیلیٰ قوم و مجنونِ قوم کو لے کر ناز سے اتراتی ہوئی چلدی۔ سٹیشن السلام علیکم اور بسلامت روی و باز آئی اور خدا حافظ کی آوازوں اور نعروں سے گونج اٹھا۔

اس طرح پر روانگی کے موقعہ پر بھی مخالف لوگ اپنی اخلاقی اور عملی حالت کا نمونہ اینٹ پتھر پھینک کر اور گالیاں دے کر دکھاتے رہے اور گاڑی نے چند ہی منٹ میں ان کو نظر سے دور کر دیا۔

غرض واپسی پر بھی ہر سٹیشن پر وہی اژدہام اور رونق ہوتی تھی جس سے خدا تعالیٰ کے اس کلام کی کہ

میں تیرا نام آفاق میں بڑھاؤں گا

کی تصدیق ہوتی تھی۔

سٹیشن وزیرآباد اور پادری سکاٹ

وزیرآباد سٹیشن پر وہی ہجوم اور کثرتِ زائرین تھی جو پہلے تھی۔ حافظ غلام رسول صاحب نے پھر لیمونیڈ اور سوڈا واٹر کی دعوت اپنے بھائیوں کو دی۔ اس مرتبہ اس سٹیشن پر ایک عجیب بات جو پیش آئی وہ یہ تھی کہ ڈسکہ کا مشنری پادری سکاٹ صاحب حضرت اقدسؑ سے آ کر ملا۔ پادری سکاٹ صاحب کے ساتھ ہمارے مکرم بھائی شیخ عبدالحق صاحب نومسلم کے بھی عیسائیت کے ایام میں دوستانہ تعلقات تھے۔ پادری صاحب نے حضرت اقدسؑ کے پاس آ کر پہلے سلسلہ کلام شیخ عبدالحق ہی سے شروع کیا کہ آپ نے ہمارا ایک لڑکا لے لیا۔ اس قسم کی باتیں ہو رہی تھیں جبکہ ہم نے پہنچ کر اس گفتگو کو قلمبند کیا۔

اس کے بعد گاڑی نے وِسل دیا اور ہم تو ان کو وہیں چھوڑ کر چلے آئے۔ البتہ سیالکوٹ کی جماعت ان سے کھڑی گفتگو کرتی رہی۔

اب گاڑی کے روانہ ہونے کا وقت قریب تھا لوگ مصافحہ کرنے میں مصروف ہو گئے۔ ہم ایک امر کا تذکرہ اس واپسی کے قیام وزیرآباد کے متعلق بھول آئے ہیں وہ یہ ہے کہ گاڑی ہی میں بہت سے آدمیوں نے حضرت اقدسؑ کے ہاتھ پر بیعت توبہ کی۔

ہاں ہم کو یہ بھی ظاہر کرنا ہے کہ وزیرآباد ریلوے سٹیشن کے عملہ کے ہم بہت ہی شکرگزار

ہیں جنہوں نے اپنے فرضِ منصبی کو پورے طور پر ادا کیا۔ انتظام پورا رکھا۔ اور کسی شخص کو یہ کہنے کا موقعہ نہ ملا کہ ہم زیارت سے محروم رہ گئے۔ جب حضرتؑ سیالکوٹ تشریف لے گئے ہیں تو وزیر آباد کے عملہ سٹیشن کو سفرِ جہلم کے موقعہ پر حصول نیاز کا موقعہ نہ ملنے کے باعث ایک حسرت تھی اس لئے انہوں نے گاڑی کو تو بہر حال کاٹ کر سیالکوٹ کے ساتھ لگانا ہی تھا۔ اس موقع کو غنیمت سمجھ کر وہ گاڑی کو دور تک لے گئے اور خود گاڑی کے پایہ دان پر سوار ہو گئے اور اسقدر عرصہ میں جس قدر ممکن تھا دل کھول کر زیارت سے بہرہ مند ہوئے۔ اس سفر میں تمام درمیانی سٹیشنوں سے بڑھ کر وزیر آباد کے سٹیشن پر عمدہ انتظام تھا۔

واپسی پر قریباً ہر سٹیشن پر وہی مجمع اور وہی رونق تھی۔ بعد مغرب گاڑی لاہور پہنچی۔ یہاں جماعت لاہور نے استقبال فرمایا۔ اور ڈاکٹر سید محمد حسین صاحب کی طرف سے حضرت اقدسؑ اور حضور کے ہمراہیوں کو کھانا دیا گیا۔

ہم کو ایک خاص ضرورت کے لئے خواجہ صاحب کی ایماء پر لاہور اترنا پڑا۔ اور حضرت اقدسؑ اسی شام بٹالہ پہنچ کر شب باش ہوئے۔

قیام بٹالہ

قیامِ بٹالہ کے متعلق اس سے زیادہ کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں ہے کہ پہلی مرتبہ جماعت بٹالہ کو یہ فخر حاصل ہوا کہ اس نے حضرت اقدسؑ اور خدام مسیح موعودؑ کی دعوت کی۔ سٹیشن سے اترتے ہی چائے اور کھانا دیا گیا۔ اور ٹھہرنے کے لئے سرائے متصل سٹیشن میں انتظام کیا گیا۔

دارالامان میں داخلہ

بہت سے خدام بٹالہ پہنچ گئے تھے اور بعض راستے میں ہی استقبال کے لئے جا ملے تھے۔ 12 بجے کے قریب حضرت حجۃ اللہ مسیح موعودؑ خیر و عافیت سے دارالامان واپس پہنچ گئے۔ حضورؑ کی واپسی اور داخلہ دارالامان پر حافظ روشن علی صاحب تلمیذ حضرت حکیم الامت نے خیر مقدم کے طور پر ایک عربی قصیدہ لکھا۔

☆☆☆

فضائلِ درود شریف

حضرت مولانا غلام رسول راجیکیؓ صاحب بیان کرتے ہیں کہ:

''سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے ایک دن مجھے یاد فرمایا اور تصوف کی ایک کتاب دے کر فرمایا کہ:

''آپ کا عربی خط اچھا ہے۔ یہ کتاب غیر مطبوعہ ہے اور اس کا ایک ہی نسخہ ہمارے پاس ہے جو پرانا ہے اور اس کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہے۔ آپ اس کو خوشخط نقل کر دیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی دین و دنیا میں بھلائی کرے گا۔''

میں نے حسب ارشاد اس کارِ ثواب کو کرنا شروع کر دیا اور بارہ بجے سکول سے فارغ ہو کر بقیہ سب وقت کتابت میں صرف کرتا۔ ان دنوں میری قیام گاہ حضرت نواب محمد علی خان صاحب کے شہر والے مکان کے ایک کمرہ میں تھی۔ برابر کے کمرہ کے برآمدہ میں دو جنگلی کبوتروں نے انڈے دیئے ہوئے تھے۔ ایک دن خاکروب نے مکان کی صفائی کرتے ہوئے گھونسلے کو توڑ پھوڑ دیا اور انڈے گر کر ٹوٹ گئے۔ میں اس وقت کتابت میں مشغول تھا جب کبوتروں نے گھونسلے کو ویران اور انڈوں کو ٹوٹا ہوا دیکھا تو دردناک آواز کے ساتھ پھڑ پھڑانا شروع کر دیا۔ ان کی دردناک آواز اور بے تابی نے مجھ پر شدید اثر کیا اور میں اپنا قلم روک کر ان کی طرف متوجہ ہوا اور ان کے غم میں شریک ہو گیا۔ میں دیر تک سوچتا رہا کہ ان بے زبان پرندوں کی دلجوئی کس طرح کروں لیکن کوئی صورت نظر نہ آئی۔ آخر مجھے خیال آیا کہ درود شریف چونکہ قبول شدہ دعا ہے اس لئے اگر میں اسے اس نیت سے پڑھوں کہ اس کا ثواب اللہ تعالیٰ بجائے مجھے پہنچانے کے ان پرندوں کو تسلی کی صورت میں عطا فرمائے تو ہو سکتا ہے کہ ان بے زبانوں کی کچھ غم خواری ہو سکے۔

چنانچہ میں نے اس نیت سے درود شریف پڑھنا شروع کیا تو ان پرندوں کی بے تابی دور ہو گئی اور وہ آرام کے ساتھ بیٹھ گئے۔ ان کو خاموش دیکھ کر میں نے اپنا قلم اٹھایا اور درود شریف کا وظیفہ بند کر کے کتابت میں مصروف ہو گیا لیکن ابھی میں نے چند سطریں ہی لکھی تھیں کہ کبوتروں نے پھر بے چینی اور بے تابی کا اظہار شروع کر دیا۔ ان کی دردناک حالت کو دیکھ کر میں نے پھر درود شریف پڑھنا شروع کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ آرام سے بیٹھ گئے لیکن تھوڑی دیر کے بعد جب میں نے کتابت شروع کی تو ان کی حالت پھر متغیر ہو گئی۔ تین چار دفعہ اسی طرح واقع میں آیا اس کے بعد اذان ہونے پر میں کمرہ بند کر کے مسجد میں چلا گیا اور کبوتر اُڑ گئے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ علیٰ سیدنا محمد و اٰله و بارک وسلم

(از حیات قدسی حصہ چہارم صفحہ 35-36)

فریضۂ حج اور اس کے مناسک

صالحہ قانتہ بھٹی

اسلامی عبادات تین قسم کی ہیں۔فرض، سنت، اور نفل۔حج ہر مسلمان جس کے پاس زادِراہ ہو، صحت ہو اور راستہ کا امن ہو تمام عمر میں ایک دفعہ فرض ہے۔حج ارکانِ اسلام میں آخری نمبر پر ہے۔پاکستان سے حج پر جانے کیلئے حکومت کی طرف سے پابندیاں عائد ہیں مگر دوسرے ممالک سے جانے میں بظاہر کوئی پابندی نہیں۔اسلئے جو بھی جاسکے اُسے اس سہولت سے فائدہ اُٹھانا چاہیئے اور یہ فرض بھی ادا کرلینا چاہیئے۔

عیدالفطر کے بعد شوال ، ذی قعدہ اور ذوالحجّہ یہ تین اسلامی مہینے حج کے مہینے کہلاتے ہیں۔حج کی جگہ مکّہ معظمہ اور اسکے اردگرد کے مقامات ہیں۔یعنی مِنٰی ، عرفات اور مُزدلفہ۔حج کے اراکین میں حج کی نیّت سے سفر کرنا اور میقات پر پہنچ کر احرام باندھنا (میقات ہر طرف سے مکہ معظمہ آنے والوں کے لئے مختلف ہیں) مکہ معظّمہ پہنچ کر خانہ کعبہ کا طواف کرنا، آبِ زم زم پینا، نفل پڑھنا، صفا اور مروہ کے سات چکر لگانا، اس کو سعی کرنا کہتے ہیں (یاد رہے صفا سے مروہ تک ایک چکر شمار ہوتا ہے) سعی کے بغیر حج مکمل نہیں ہوتا۔حج کیلئے تین طواف ضروری ہوتے ہیں۔پہلا طواف طوافُ القُدوم، دوسرا طوافُ الزِّیارت اور تیسرا طوافُ الوِداع کہلاتا ہے۔اِحرام باندھنے کے بعد باقاعدہ دعاؤں کا سلسلہ شروع کردینا چاہیئے۔خانہ کعبہ پر جونہی پہلی نظر پڑے تو جو دُعا کریں مقبول ہے۔مناسکِ حج کی ترتیب کچھ یوں ہے:

8/ذوالحجّہ کو ظُہر سے پہلے اِحرام سے پہلے اِحرام کی حالت میں پہلے مِنٰی پہنچنا۔رات وہاں خیموں میں گزارنا (مرد عورتیں علیحدہ علیحدہ) پھر 9/ذوالحجّہ کو فجر کی نماز کے بعد عَرَفات کی طرف روانہ ہونا۔وہاں ظہر اور عصر کی قصر نمازیں ادا کرنا۔دن بھر دعاؤں اور ذکرِالٰہی میں گزارنا، پھر غروبِ آفتاب کے معاً بعد مُزدلفہ کی طرف روانہ ہونا۔وہاں مغرب اور عشاء کی قصر نمازیں ادا کرنا۔رات کھلے آسمان کے نیچے میدان میں گزارنی دعاؤں کے ساتھ۔پھر فجر کی نماز ادا کرکے سورج طلوع ہونے سے قبل واپس مِنٰی اور عرفات میں خیموں کا انتظام ہوتا ہے (مرد اور عورتیں علیحدہ علیحدہ) پھر 10/ذوالحجّہ کو سورج طلوع ہونے کے بعد اور زوالِ آفتاب سے پہلے پہلے بڑے شیطان کو سات کنکریاں مارنا۔ہر کنکری مارتے وقت اللہ اکبر کہنا۔اسکے بعد قربانی کرنا۔مرد کیلئے سر مُنڈوانا اور عورت کیلئے بالوں کی تھوڑی سی لٹ کاٹنا اور نہا دھو کر نئے کپڑے پہننا۔

11/ذوالحجّہ کو زوالِ آفتاب کے بعد تینوں شیطانوں (بڑے، درمیانے اور چھوٹے) کو سات سات کنکریاں مارنا اور پھر 12/ذوالحجّہ کو بھی زوالِ آفتاب کے بعد تینوں شیطانوں کو سات سات کنکریاں مارنا۔پھر مِنٰی سے واپس مکہ معظمہ پہنچ کر بیت اللہ کا طواف کرنا۔اسکو طوافُ الوداع کہتے ہیں۔پھر جب طواف کے بعد دو رکعت نفل پڑھ چکیں جو کہ ہر طواف کے بعد لازمی ہیں تو پھر حاجی فارغ ہے جہاں چاہے جائے۔یاد رہے کہ عید کی نماز حاجی پر حالتِ حج میں واجب نہیں۔

چند یاد رکھنے کی باتیں:

خانہ کعبہ کے گرد تین منزلہ بہت بڑی مسجد تعمیر ہے۔اسے حرمِ شریف کہتے ہیں۔اپنا زیادہ سے زیادہ وقت وہاں گزارنا چاہیئے۔

حجرِ اَسود

یعنی وہ سیاہ پتھر جو خانہ کعبہ کے جنوب مشرقی کونہ پر نصب ہے۔
اسی کونہ سے طواف (Anti Clockwise) شروع کرتے ہیں۔جسے موقعہ ملے وہ بوسہ ضرور دے۔

حطیم

خانہ کعبہ کے ساتھ کا وہ اضافی حصہ جو مکمل نہ ہوسکا۔جسے موقعہ ملے وہ اس چار دیواری میں نفل پڑھے۔

چاہِ زم زم

یعنی زم زم کا چشمہ۔یہ خانہ کعبہ کے قریب ہی واقع ہے۔

نیتِ حج کی دُعا

اَللّٰھُمَّ اُرِیْدُ الْحَجَّ فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ وَیَسِّرْہُ لِیْ.

ذکرِالٰہی: اس میں تکبیر، تحمید، تسبیحات اور دیگر دعاؤں کے علاوہ تلبیہ وہ خاص دعاء ہے جو کہ طواف کے وقت پڑھی جاتی ہے۔

لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ اَللّٰھُم لَبَّیْک.
لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْک.
اِنَّ الْحَمْدَ. وَالنِّعْمَةَ.
وَالْمُلْکَ لَکَ. لَا شَرِیْکَ لَکَ.

احرام

مردوں کے لئے دو چادریں۔ ایک تہ بند کے طور پر اور دوسری اوپر لینے کے لئے اس طرح کہ دایاں کاندھا کھلا رہے۔ عورت کیلئے یہ جائز ہے کہ معمولی کپڑے پہنے جو وہ پہنتی ہے مثلاً قمیص، پاجامہ، دوپٹہ، چادر، سکارف، outer garment وغیرہ۔

صفا اور مروہ

یہ دو چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں ہیں۔ انکے اوپر اب چھت ہے جو مسجدِ حرام کی چھت سے ملحق ہے۔

منٰی کی خصوصیات

یہاں تینوں شیطانوں کے مقامات ہیں۔ ذبیحہ خانے ہیں اور یہیں بال ترشوائے جاتے ہیں نیز مقدس مقامات میں اسکا شمار ہے۔

عرفات کی خصوصیات

جبلِ رحمت کی وہ پہاڑی جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کا خطبہ ارشاد فرمایا تھا یہاں ہے اور یہ علاقہ حرم میں شامل ہے۔

بچوں سے شفقت

حضرت جابر بن سمرہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آنحضور ﷺ کے ساتھ فجر کی نماز پڑھی۔ نماز کے بعد آنحضور ﷺ اہل خانہ کی طرف جانے لگے تو میں بھی حضورؐ کے ساتھ چل پڑا۔ وہاں پہنچے تو آگے بچے حضورؐ کے استقبال کے لئے کھڑے تھے۔ حضورؐ اُن کے پاس رُکے۔ ایک ایک بچے کے کلوں کو اپنے ہاتھ سے سہلایا وہ کہتے ہیں کہ میں تو حضورؐ کے ساتھ آیا تھا لیکن حضورؐ نے میرے کلوں کو بھی سہلایا۔ جب حضورؐ اپنا ہاتھ میرے کلوں پر پھیر رہے تھے تو مجھے حضورؐ کے ہاتھوں میں ایسی ٹھنڈک اور خوشبو محسوس ہوئی گویا حضورؐ نے انہیں کسی عطار کے تھیلے سے نکالا ہے۔

(صحیح مسلم۔ کتاب الفضائل۔ باب طیب رائحة النبیؐ)

حضرت ابوقتادہ انصاریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کبھی اس حال میں بھی نماز پڑھتے کہ آپؐ نے اپنی نواسی اُمامہ کو جو حضرت زینب اور ابوالعاص بن ربیعہ بن عبد شمس کی بیٹی تھیں کو اُٹھایا ہوا ہوتا تھا۔ پس جب آپ سجدہ کرنے لگتے تو اسے بٹھا دیتے اور جب آپ قیام کرنے لگتے تو اسے پھر اٹھا لیتے۔

(بخاری کتاب الصلوٰۃ باب اذا حمل جارية صغيرة ...الخ)

حضرت ام المؤمنین حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ آنحضور ﷺ کے پاس بچے لائے جاتے تھے تو آپ اُن کے لئے دعا کرتے اور مبارکباد دیتے اور اُن کو گُرھتی دیتے تھے۔

(مسلم کتاب الادب)

یَعْلٰی بن مرّہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی ﷺ کے ہمراہ ایک ایسی دعوت پر جس میں ہم مدعو تھے جانے کے لئے نکلے۔ کیا دیکھتے ہیں حسینؓ رستہ میں کھیل رہے ہیں۔ نبی ﷺ تیزی سے لوگوں سے آگے ہو گئے پھر اپنے دونوں بازو پھیلا دیئے جس پر بچہ کبھی ادھر اور کبھی ادھر بھاگتا۔ آنحضرت ﷺ اس طرح اسے ہنسا رہے تھے، آپؐ انہیں ہنساتے رہے یہاں تک کہ آپؐ نے اسے پکڑ لیا۔ پھر آپؐ نے اپنا ایک ہاتھ ان کی ٹھوڑی کے نیچے اور دوسرا ان کے سر پر رکھا پھر انہیں اپنے سینے کے ساتھ لگا لیا۔ پھر نبی ﷺ نے فرمایا: "حُسَیْنٌ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْ حُسَیْنٍ" یعنی حسین میرا ہے اور میں حسین کا ہوں۔ اور فرمایا اللہ اس سے محبت رکھے جو حسین سے محبت کرے۔ حسین (میرے) نواسوں میں سے ایک ہے۔

(الادب المفرد للبخاریؒ باب معانقة الصبی)

دورِ حاضر کی نئی نسل میں اسلامی اقدار کے پیدا کرنے اور ترقی دینے میں انصاراللہ کی ذمہ داری

محمد ادریس چودھری

گو موضوع بالا ایک کتاب کی وسعت کا متقاضی ہے لیکن جب اسے مقابلہ مضمون نویسی کے لئے چن ہی لیا گیا تو اختصار بالضرور ہے۔ تمہید اً تحریر ہے کہ سابقہ امریکی خاتونِ اوّل مسز ھلری کلنٹن نے ایک افریقی ضرب المثل کو مستعار لے کر اپنی کتاب کو اس طرح معنون کیا ہے:

It Takes a Village to raise a Child

(It Takes A Village to Raise a Child

by Hillary Clinton

Simon & Shuster, N.Y, N.Y. 1995)

شمالی امریکہ میں اکائی خاندان کی کمزوریوں میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے۔ جب سابقہ خاتونِ اوّل نے اپنی عالمی شہرت اور بلند مرتبہ کی اس موضوع کے ساتھ صف آرائی کرنا مناسب سمجھا تو لوگوں نے توجہ نچھاور کی، لے دے ہوئی، اور کسی نکتہ دان نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ عنوانِ کتاب بالکل بجا ہے بشرطیکہ گاؤں کا نام ''ہالی ووڈ'' نہ ہو۔ اکائی خاندان کا مطالعہ سوشل سائنسز (Social Sciences) سے علاقہ رکھتا ہے جن کے بارہ میں تحقیقات کی ایک خامی سے نجات مشکل نظر آتی ہے یعنی جذبہ تحقیق سے سرشار بعض محقق دور افتادہ جگہوں یا جزیروں کا رخ کرتے ہیں جبکہ بسا اوقات وہی ریسرچ چند ہی میلوں پر اڑوس پڑوس میں بھی موجود تھی۔ بس کسی کی نگاہ اس طرف نہ نکلی (یہاں طوالت کے ڈر سے امثلہ نہیں دے رہا) میری نظر میں محترمہ مسز کلنٹن کا افریقی ضرب المثل مستعار لینا بھی اس خامی سے مستثنیٰ نہیں ورنہ عالمگیر جماعت احمدیہ کا امریکی مرکز وہائٹ ہاؤس سے کوئی زیادہ دور نہیں تھا۔ اگر محترمہ نے وہاں رجوع کیا ہوتا تو ان پر وا انکشاف ہو جاتا کہ ہمارے یہاں نئی پود کی اعلیٰ تربیت کے لئے منفرد طریق مربی اطفال کی سربراہی میں اطفال الاحمدیہ کی تنظیم ہے۔ اکثر و بیشتر مربی کی ذمہ داری کو انصاراللہ ہی کندھا دیتے رہے ہیں۔ سوال دراصل اس ضروری اور اہم ذمہ داری کو قربانی کے جذبہ، خلوصِ دل اور دیانت سے قبول کرنا ہے نہ کہ ہالی ووڈ کی مجلب منفعت والی نظروں سے جو اصلاً وجہ مرض ہے بالفاظِ دیگر:

It Takes a Murabbi to raise a Child

برسبیل تذکرہ تحریر کرتا ہوں کہ سابق صدر انصاراللہ امریکہ ڈاکٹر کریم اللہ زیروی کے والد مرحوم صوفی خدا بخش صاحب عبدزیروی ربوہ میں میرے مربی تھے۔ اطفال الاحمدیہ کے ہفتگی اجلاسوں میں عبادت و دعا اور نیکی کا ماحول پیدا کر کے مسابقت پر آمادہ اور راغب کرتے۔ کلوا جمیعاً ہوتا تحریری مقابلہ کرواتے، وفاتِ مسیح از روئے قرآنِ مجید یا پھر از روئے حدیثِ حمید جیسے عناوین پر بولنے کی مشق کرواتے۔ پُر اثر رنگ میں اظہارِ مافی الضمیر کر سکنے کی صفت نہ صرف زندگی کے ہر شعبہ پر حاوی ہے بلکہ ہر قسم کی ترقی کا یہ پہلا زینہ ہے سو انصاراللہ! ہم نے مربی اطفال الاحمدیہ کے کام کو نئی تقویت کے ساتھ جاری رکھنا ہے۔ امریکی ماحول ہمارے آبائی ماحول سے بہت مختلف ہے اس لئے شاید مربی اطفال کی ٹریننگ شروع کرنی ہو کہ کس طرح listening with third ear جیسے ہُنر میں مہارت حاصل کی جا سکتی ہے۔ مربی کا کام دعا سے شروع ہوتا ہے اور ساتھ کے ساتھ بار بار کی نصیحت بھی لازم ہے۔

قرآنِ پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد اس طرح سے وارد ہے:۔

لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ

(الرعد:8)

یعنی اللہ نے ہر قوم کے لئے ہدایت دینے والا مقرر کر رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جماعت احمدیہ مسلمہ کو خلافت کی نورانی خلعت سے نوازا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ رشد و ہدایت کی راہیں ہم پر وا فرماتے رہتے تھے۔ ہمیں پیش نظر جیسے اہم امور میں حضورؒ کے ارشادات کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ آپ کا علم ایک بحرِ بے کراں کی مانند وسیع و عمیق تھا جس سے آپ کی نصائح پھوٹتی تھیں۔ آپ

کو اللہ تعالیٰ نے ارفع روحانی مقام دیا ہے اور اللہ تعالیٰ آپ کو پیش از وقت اطلاع و خبر کرتا رہتا تھا۔اسی کو مولانا معنوی نے شعر میں کیا خوب کہا ہے ۔

گفتۂ اُو گفتۂ اللہ بود　　گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

(مثنوی از مولانا جلال الدین رومیؒ)

ہمارے پیارے آقا رحمہ اللہ تعالیٰ جب 1997 کے امریکی جلسہ سالانہ پر تشریف آور ہوئے تو نسلِ نوع کی تربیت کے موضوع پر ایک مبسوط خطبہ جمعہ (فرمودہ 20رجون 1997،طبع الفضل انٹرنیشنل مجریہ 8 اگست 1997) ارشاد فرمایا جس میں سے آئندہ سطور میں متذکرہ چند اقتباسات لائقِ غور وفکر ہیں۔حل مسئلہ سے قبل تشخیص مسئلہ فرماتے ہوئے حضورؒ پرنور نے فرمایا:

’’ہر بدی کا خیال ، ہر اس لذت کی تمنا جو جلدی حاصل کی جاسکتی ہے امریکہ کی سوسائٹی میں سب سے زیادہ جلدی حاصل کی جاسکتی ہے۔دنیا کی ہر سوسائٹی میں یہ مسئلہ ہے لیکن امریکہ میں تو ماحول میں اتنی زیادہ سرعت کے ساتھ دل کی لذت کے سامان پیدا کئے جاتے ہیں کہ بچوں کو بہکانے کے لئے اس سے زیادہ اور کوئی چیز ممکن نہیں ہے چنانچہ جب وہ گھر کے ماحول سے نکلتے ہیں تو باہر کا ماحول انہیں بدیوں میں خوش آمدید کہتا ہے نیکیوں میں نہیں۔اور یہ ایک اس ماحول کی خصوصیت جسے بچوں کو سمجھانا ضروری ہے۔۔۔ماحول کا یہ اختلاف اور نیکی پر حملہ کرنا یہ امریکہ میں ماحول کا ایک جزو بن چکا ہے۔امریکہ کی فضا ایسی ہے کہ وہ لازماً گھر سے باہر نکلنے والے بچوں کو اپنی طرف کھینچے گی اور ان کی اچھی عادات کو فرسودہ خیالات کہہ کر رد کرتی ہے اس کے نتیجے میں بچے میں خود اعتمادی کا فقدان پیدا ہو جاتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ جو اپنے گھر سے میں اقدار لے کر چلا تھا سوسائٹی میں تو ان کی کوئی بھی قیمت نہیں سوسائٹی میں جن اقدار کی قیمت ہے وہ ایسی اقدار ہیں جن کو گھر میں برا کہا جاتا ہے۔۔۔لازم ہے کہ بچپن سے ہی بچوں کے دل اپنی طرف ،یعنی ماں باپ اپنی طرف مائل کریں اور گھر کے ماحول میں ان کی لذت کے ایسے سامان ہونے چاہئیں کہ وہ باہر سے گھر لوٹیں تو سکون کی دنیا میں لوٹیں بے سکونی سے نکل کر اطمینان کی طرف آئیں اور یہ باتیں صرف اس صورت میں ممکن ہیں جب آنحضرت ﷺ کی اس نصیحت پر غور کیا جائے کہ

’’جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کے دائیں کان میں اذان دو اور بائیں کان میں تکبیر کہو۔۔۔تو پہلی تربیت کا وقت بچپن کا آغاز ہے۔‘‘

فی الجملہ پہلی کج اینٹ اور ’’تا ثریا می رود دیوار کج‘‘ والا معاملہ ہے۔انصاراللہ ماں باپ پہلے ہیں اور انصاراللہ بعد میں اسلئے ضروری ہے کہ والدین کی حیثیت سے ان کا کردار مثالی ہو اور بوقتِ ضرورت نوجوان والدین کو انصاراللہ کی رہنمائی حاصل ہو۔اگر والدین اپنے فرائض پوری طرح ادا کرنے لگ جائیں تو یہ انصاراللہ کی کامیابی کا پیش خیمہ ہوگا۔

تربیت کے لحاظ سے بچپن کے نقش فی الحجر والی زندگی میں بعض نازک ادوار کی تعین ماہرینِ نفسیات کر چکے ہیں جس پر مزید تحقیق جاری ہے لیکن چودہ صد سال قبل اسلام نے جو تعلیم دی اس کا ذکر کرتے ہوئے محولہ بالا خطبہ میں حضور رحمہ اللہ نے فرمایا:

’’دوسرے جب وہ کوئی بری بات کرتا ہے تو اسے سمجھانا اس طریق پر کہ سمجھ جائے اور اسے محسوس ہو کہ میں ایک برابر کی چیز ہوں۔۔۔پس تحکم سے احتراز لازم ہے۔یہی وجہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے نماز کے قیام کے سلسلہ میں شروع میں بچپن میں بچوں پر تحکم کی اجازت نہیں دی۔سات سال سے پہلے تو کسی تحکم کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔سات سے دس سال تک ایسی نصیحت جس کے نتیجے میں بچے نمازوں کی طرف متوجہ ہوں اور بار بار ان کو نمازوں کی عادت ڈالنے کی طرف ماں باپ کو توجہ دلانا یہ تو ہمیں ملتا ہے لیکن بچوں کو اس پر سزا کوئی نہیں۔۔۔اور اس کے بعد جو سزا ہے اس کو آنحضرت ﷺ نے معمولی سرزنش قرار دیا ہے ہرگز کسی قسم کی سختی ایسی نہیں جس سے اس کو نقصان پہنچ سکے اور یہ پہلو ہے جس کو بچپن کی تربیت میں آپ کو ملحوظ رکھنا ہوگا۔۔۔جب وہ سات سال سے اوپر دس سال تک پہنچیں تو پھر خصوصیت سے عبادتوں کی طرف توجہ کرنا بھی آپ کی تربیت کا ایک حصہ بن جائے۔۔۔بعض دفعہ ڈانٹنا اور سمجھانا ،یہ چیزیں بارہ سال کی عمر تک جائز ہیں اور بارہ سال کے بعد آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ پھر اب تمہارا ان پر کوئی سختی کا حق باقی نہیں رہا۔۔۔اسلام میں بلوغت کا آغاز (بارہ سال، ناقل) دنیا والوں کی بلوغت (اٹھارہ، سولہ یا اکیس سال، ناقل) سے پہلے ہوتا ہے۔‘‘

انصاراللہ! سطورِ بالا پہ نصِ قرآنی

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ

(الذّٰریٰت:57)

صادق آتی ہے۔ یہی ہماری حیات کا مقصدِ وحید ہونا چاہیئے اور اسی میں ہماری اور ہماری نسلوں کی بقا ہے۔ مذکورہ بالا ادوار میں سے کامیابی کے ساتھ گزرنے پر ہی بچے میں خود اعتمادی پیدا ہوتی ہے یہی ادوار ہیں جن میں بچے کو مربی اور والدین کے سہارہ، تائید اور حمایت کی ضرورت پڑتی ہے۔ اگر بچے میں خود اعتمادی آجائے تو دوسروں پر بھی اعتماد کرنے لگتا ہے جس سے معاشرہ دوام حاصل کرتا ہے۔
آئین امریکہ جب طلب وحصول مسرت ...persuit of happiness... کا ضامن ٹھہر گیا تو لوگ مادی لذتوں اور شہوات کو چھاتیوں سے لگانے لگے۔ حرص و ہوا کے نت نئے تقاضے بھڑک اٹھے۔ دو دو، تین تین ملازمتوں کی وجہ سے فیملی کے لئے وقت کم ہو گیا۔ طلاق کا بازار شرم گرم ہے۔ بچوں کو اقدار سکھلانا جو صدیوں سے والدین کی ذمہ داری تھی اب سکولوں پر عائد ہونے لگی۔ کنڈر گارٹن کی عمر پانچ سے چار، اور چار سے تین کر دی گئی۔ کیا دو اور ایک سال کے بچوں کی تربیت کو بھی حکومت کی تحویل میں دینا ہوگا؟ اس سوال کا کافی اور شافی جواب فراہم فرماتے ہوئے سیّدی آقائی رحمہ اللہ تعالیٰ خطبہ مذکورہ بالا میں مزید برآں فرماتے ہیں:

''یعنی بلوغت کا آغاز جس کو میں بارہ سال کہہ رہا ہوں اس میں بچے کے اپنے دل میں خصوصیت کے ساتھ ایسی جنسی خواہشات جنم لینے لگتی ہیں جن سے وہ مغلوب ہو جاتا ہے۔ اگر ان امور میں پہلے ہی اس کی تربیت کی گئی ہو تو وہ ذہنی طور پر اس کے لئے تیار ہوگا اور اس تربیت میں ماں باپ کو اپنے بچوں کے ساتھ وقت لگانا ہوگا بجائے اس کے کہ اسکولوں کے اوپر چھوڑ دیا جائے یا کالجوں پر چھوڑ دیا جائے میں نے دیکھا ہے کہ جن ماں باپ نے بچوں کے ساتھ اس لحاظ سے محنت کی ہو کہ ان کو نیکی اور بدی کی تمیز سکھلائی گئی ہو اس طریق پر سکھلائی گئی ہو کہ وہ زندگی کا فلسفہ بن جائے وہ بچے اسے زندگی کے فلسفے کے طور پر قبول کریں اور یہ پہلو تربیت میں بہت ہی اہم ہے کہ تعلیم کے ساتھ تعلیم کا فلسفہ بتایا جائے کیونکہ قرآن کریم نے آنحضرت ﷺ کو ایک ایسے معلم کے طور پر پیش فرمایا ہے جو یعلم الکتاب والحکمۃ کہ وہ صرف تعلیم کتاب پر اکتفاء نہیں کرتا وہ اس کی حکمت بھی سکھاتا ہے۔''
انصار اللہ نے امریکہ میں نسلی امتیاز کے بالمقابل ایک نئی قسم کے امتیاز یعنی نیکی بدی کے امتیاز کو جنم دینا ہے اور یہی آنے والے انقلاب کی پہلی کرن ہے ؎

ہو رہا ہے اک جہانِ نو پیدا

حضور رحمہ اللہ تعالیٰ زیرِ حوالہ خطبہ جمعہ کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے گھر سے باہر والے ماحول کی کشش کو سانپ سے تشبیہ دیتے ہیں فرمایا:

''باہر کی دنیا میں ان کو دلچسپیاں دکھائی دیتی ہیں۔۔۔ بعض کاٹنے والے جانور ہیں جو بہت خوبصورت دکھائی دیتے ہیں ان کے متعلق اگر یہ سمجھا جائے کہ ان کو جب تم ہاتھ لگاؤ گے ان کی طرف مائل ہو گے تو لازماً یہ ڈسیں گے۔''

بات کو آگے بڑھانے کے لئے یہ سچا واقعہ پیش کرتا ہوں۔ میرے ایک امریکی دوست نے باغیچہ کے سانپ کو پالتو رکھ لیا جس میں زہر نہیں ہوتا۔ ایک دن وہ سانپ کو ہاتھ میں پکڑ کر چہرے کے قریب لا کر چہ مہ گوئیاں کرنے لگا در آں حالیکہ دوست کا سر اس طرح حرکت میں آیا کہ جیسے سانپ ڈستے وقت جنبش کرتا ہے۔ سانپ نے جب اس کی نقل کی تو اپنے دو دانت اس دوست کی آنکھ میں گاڑ دیے۔ وہ خود کو زہر سے محفوظ سمجھا کیا لیکن سانپ کہ اپنی ضرر رسان سرشت سے کیسے باز رہ سکتا تھا! بعینہٖ مسموم ماحول ایسے رنگ میں اثر کرتا ہے کہ دوراز خواب و خیال۔ ہمیں اس کے خلاف بند باندھنے ہونگے جس کا ایک ہی ذریعہ ہے کہ ہمارے گھر محض گھر نہ رہیں بلکہ بیوت اللہ بن جائیں۔ اگر نہ ہو تو کم از کم ایک نماز روزانہ با جماعت گھر میں ادا کریں۔ ہماری نژادِ نو نیکی و بدی میں اتم درجہ تمیز کر سکے۔ روحانیت کو مادیت پر فوقیت دیوے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے

اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ

(الانبیاء:106)

تفہیم فی القرآن کو نئی نسل کی تعلیم میں محور کا درجہ حاصل ہو انصار اللہ کو جگہ جگہ مطالعہ قرآن کے مرکز کا جال بچھانا ہوگا اس کے ساتھ ہی ساتھ مطالعہ کی نئی تکنیک ایجاد کریں۔ مثلاً ایک مفید تکنیک کی طرف توجہ دلاتا ہوں جس میں پہلے استاد ساری کلاس کو عمومی رنگ میں سبق دیتا ہے پھر کلاس کو دو دو کے جوڑوں میں تقسیم کر دیتا ہے اور طلبہ سبق کا خود پر اطلاق کرتے ہیں جس کے بعد استاد ساری کلاس کو پھر اکٹھا پڑھاتا ہے اس سے علم کے علاوہ بچوں میں باہمی قربت اور محبت پھلتی پھولتی ہے۔
سطورِ گزشتہ میں اقدار سکھانے کا ذکر گزر چکا ہے ایک بجا سوال ہوگا کہ وہ کون سی ایسی

اقدار ہیں جو اپنے اندر سکھلانے کا جواز رکھتی ہیں۔ اسلامی یا مغربی۔ مختصر جواب تو یہی ہے کہ اقدارِ مشترک اور یہی اقدار عالم گیر ہیں جس سے اسلام کے عالم گیر مذہب ہونے کی حقانیت آشکار ہوتی ہے۔ اس ضمن میں یہ واقعہ نہایت دلچسپ ہے اغلباً 1978 کے موسمِ گرما میں جماعت ہائے احمدیہ کینیڈا نے ٹورنٹو میں پہلا جلسہ سالانہ منعقد کیا حضرت چوہدری سر ظفر اللہ خان صاحب بطور مہمان خصوصی تشریف لائے۔ حضرت مرزا طاہر احمد صاحب (حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ؒ) بھی کیلیفورنیا سے بذریعہ کار ایک دن سے ذرا دیر سے پہنچ سکے۔ واشنگٹن سے جبی فی اللہ الحاج مولانا عطاء اللہ کلیم صاحب بھی آ گئے۔ میں ساؤتھ ڈیکوٹا سے دو ہزار میل کار چلا کر پہنچ گیا تھا۔ برادرم افسر صاحب جلسہ سالانہ نے میری ڈیوٹی حضرت چوہدری صاحب کے شوفر کے طور پر لگائی تو ذرا قربت ملی۔ دوسرے روز کے جلسے میں حضرت چوہدری صاحب اسلامی اقدار کے موضوع پر انگریزی میں بولتے بولتے یکدم یہ پنجابی کا جملہ کہہ گئے ''لوکاں نوں منوالیو کہ مرزائی جھوٹ نئیں بولدا'' سامعین، حاضرین پر سناٹا چھا گیا۔ اور آپ کی بات دلوں میں کھب گئی۔ بعد میں جب انہیں ہوائی مستقر پر چھوڑنے گیا تو انہوں نے دور سے ہی اپنی فلائٹ کے اوقات پڑھنے شروع کر دیے۔ میں خفیف ہوا کہ انہیں یہ معلومات دینا تو میرا فرض تھا دل میں سوچ رہا تھا کہ آپ کی اور میری عمر میں اتنا تفاوت ہے پھر آپ کی بینائی میری بینائی سے تیز کیسے ہے۔ معاملہ شناس تو تھے ہی جلد ہی بھانپ گئے اور ذرا تبسم سے یہ کہہ کر سارا شش و پنج دور کر دیا کہ میں نے کانٹیکٹ لگائے ہوئے ہیں۔ واقعی!!! بس سچ بولنے کی عادت میں انصار اللہ اس اونچے معیار کو تھامیں کہ ہم نے اپنی متاعِ عزیز یعنی نسلِ نو کی شہرت کو خطرے میں نہیں ڈالنا۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ بھی اپنے ایک دوسرے خطبہ میں جماعت کو نصیحت فرماتے ہیں:

''جھوٹ اس وقت انسان کا ساری دنیا میں
سب سے بڑا دشمن ہے۔''

پس حضرت چوہدری صاحب کے عملی نمونہ کی تقلید ہونی چاہیے۔

بالآخر وہ روحانی اکائی خاندان جسے مربی کی حمایت، سہارا اور نگرانی حاصل ہو، کی مضبوطی سے ہی اسلامی اقدار کی پیدائش اور ترقی ممکن ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی غیبی رہنمائی سے نوازتا چلا جائے تا کہ ہم بھٹکنے والے محققین کی گمنام راہوں سے مامون ومسئون رہیں۔ آمین یا رب العالمین۔

[انصار اللہ امریکہ کے مقابلہ مضمون نویسی میں انعام یافتہ مقالہ]

اک نظر کا صدقہ

رشید قیصرانی

مرا معتبر حوالہ کوئی ہے تو بس یہی ہے
تری اک نظر کا صدقہ مری ساری زندگی ہے

کہیں چاند رُت نے چھیڑا تری دلبری کا قصہ
کہیں پھول کی زبانی تری بات چل پڑی ہے

ترے رُخ کی روشنی میں کبھی رات مسکرائی
ترے سائے کی بدولت کبھی دھوپ سانولی ہے

ترے چشم و لب کے صدقے مرے سَت سُروں کے سائیں
کہیں حرفِ دوستی ہے، کہیں رسمِ نغمگی ہے

بڑی رونقیں ہیں جاناں تری چاہتوں کے ڈیرے
کہیں مست مست میلے، کہیں جشنِ آگہی ہے

مرے خواب کا مسافر کہیں پھر پلٹ نہ جائے
یہی سوچ کر ہمیشہ مری نیند جاگتی ہے

مرے شہرِ جاں کے یوسف کوئی بھیج اب نشانی
تری راہ تکتے تکتے مری آنکھ بجھ گئی ہے

درازئ عمر کا نسخہ

''اگر انسان چاہتا ہے کہ لمبی عمر پاوے تو اپنا کچھ وقت اخلاص کے ساتھ دین کے لئے وقف کرے۔ خُدا کے ساتھ معاملہ صاف ہونا چاہیئے۔ وہ دلوں کی نیت کو جانتا ہے۔ درازئ عمر کے واسطے یہ مفید ہے کہ انسان دین کا وفادار خادم بن کر کوئی نمایاں کام کرے۔ آج دین کو اس بات کی ضرورت ہے۔ کہ کوئی اُس کا بنے اوراس کی خدمت کرے۔''

(ذکرِ حبیب صفحہ 117)